جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ

نگران
مولانا سید رشید میاں مدظلہ
مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

ستمبر ۱۹۹۶ء

ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۴ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ ۔ ستمبر ۱۹۹۶ء شمارہ : ۱۲

مدیر

سیّد محمودؔ میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدل اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے	سالانہ	۱۱۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات	"	۴۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	"	۱۰ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ	"	۱۶ ڈالر
برطانیہ	"	۱۷ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ
ماہ ۔ ۔ ۔ ۔ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے۔ آئندہ رسالہ
جاری رکھنے کے لیے مبلغ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ارسال فرمائیں۔
ترسیلِ زر و رابطہ کیلیے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ
کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۹۰-۷۷۲۳۴۳۷۳
فیکس نمبر ۷۷۲۳۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

○

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

(قسط: ۳، آخری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

انگریز کا تیسرا موضوع اور اہم مشن یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو لامذہب بنا دیا جائے اس سلسلہ میں ضروری تھا کہ ہندوستان کا نظامِ تعلیم تبدیل کر دیا جائے کیونکہ یہی ایک ایسا حربہ تھا کہ جس کے ذریعہ ہندوستانیوں کو ذہنی غلام بنا کر غیر محسوس طور پر ابدالاباد تک ان پر حکمرانی کی جاسکتی ہے، چنانچہ مصنّفؒ تحریر فرماتے ہیں۔

> مگر ہمیں اس موقع پر اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم کی طرف جس قدر توجہ بھی کی گئی اس کا مقصد کیا تھا مسلمانوں پر اس کا اثر کیا ہوا اور علماءِ ملّت نے اس کا تدارک کیا کیا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ لارڈ میکالے نے جب ۷ مارچ ۱۸۳۵ء کو تعلیمی کمیٹی کی صدارت کرتے ہوئے انگریزی زبان میں تعلیم دی جانے کی حمایت کی تھی تو اس نے اپنی رپورٹ میں اپنی رائے کی وجہ یہ بیان کی تھی۔

> "ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہوں اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون و رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو، مگر مذاق (ذوق)، اور رائے الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔

(ایضاً ص۳۹ تاریخ التعلیم از میجر باسو ص۸۷)

نیز "مسٹر چارلس گرانٹ" کے اجراء تعلیم کے سلسلہ میں رسالہ[1] کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"جس طرح مسلمانوں نے دفتری زبان فارسی رکھی تھی اسی طرح انگریزی جاری کرنے سے عدالتوں اور دفاتر کے کام میں آسانی ہوگی اور ہندو اُسے خوشی سے حاصل کریں گے۔ کیونکہ اس سے ان کی وقعت اور اہمیت بڑھے گی۔ (ایضاً ص ۳۰)

سر ولیم ہنٹر کا بیان ہے۔

اپنی عمل داری کے اوپر پچھتر سال میں یعنی ۱۸۳۲ء تک ہم نے اپنے انتظامی عہدہ دار تیار کرنے کے لیے مسلمانوں کے اسی سابق نظام تعلیم کو جاری رکھا اس دوران میں ہم نے اپنا سررشتہ تعلیم قائم کر دیا تھا اور جوں ہی اس سے ایک نسل تیار ہوگئی ہم نے مسلمانوں کے نظام تعلیم کو اُٹھا کر پھینک دیا جس سے مسلمان نوجوانوں کی ملازمت کے عام راستے بند ہوگئے۔ ایضاً

سر ولیم ہنٹر کا ایک اور قول ملاحظہ فرمائیں

۱۸۶۹ء میں کلکتہ میں مشکل سے کوئی دفتر ایسا ہوگا جس میں بجز چپراسی یا چٹھی رساں یا دفتری کے مسلمان کو کوئی نوکری مل سکے۔ (ایضاً ص ۳۲)

مسلمانوں کی اس تباہی و بربادی کا اصل ذمہ دار کون ہے مصنف رح اس پر یہ تبصرہ فرماتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہندوؤں کو پڑھایا گیا ان میں تعلیمی اور دفتری قابلیت پیدا کی گئی۔ سرکاری زبان فارسی کے بجائے انگریزی کر دی گئی۔ اسکولوں میں پادریوں کے زیر سرپرستی انجیل کو داخل کورس کیا گیا۔ خاص خاص تدبیر اور خفیہ سرکلروں کے ذریعہ مسلمانوں کو ملازمتوں سے روکا گیا۔ یہ تھے مسلمانوں کے تنزل اور اُن کی بربادی کے حقیقی اسباب جن کی ذمہ داری ایسٹ انڈیا کمپنی کے تنگ نظر اور متعصب عہدہ داروں پر عائد ہوتی ہے، مگر افسوس بدنام کیا گیا علماء ملت کو جن کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ وہ خود دار غیور آزاد منش واقع ہوئے تھے جو آخر تک مسلمانوں کی آزادی و برتری کے لیے قربانیاں پیش کرتے رہے آخر

---

[1] یہ رسالہ ۱۷۹۲ء میں مکمل ہوا۔

ہیں ہم مس مٹو کے اس بیان پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

ایک چھوٹا سا بیج بویا گیا اور اس کے پھل سے اب ہم متمتع ہو رہے ہیں۔ یہ عدالتوں کی زبان کی تبدیلی تھی جو ابتداء میں معمولی معلوم ہوتی تھی مگر اس کی مثال ایسی تھی جیسے کسی تن آور درخت پر کلہاڑی لگائی جائے۔ (ایضاً)

قارئین کرام مندرجہ بالا مندرجات سے یہ بات بخوبی آشکارا ہو گئی ہے کہ رامے صاحب اور ان کے ہم مشرب افراد تاریخی حقائق اور ان کے پس منظر سے بالکل ناواقف ہیں۔ ان حقائق سے یہ بات بھی بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انگریز کے جس تعلیمی نظام کی رامے صاحب تعریف کر رہے ہیں اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ رامے صاحب اور ان جیسے انگنت افراد پیدا کر دیے جائیں جو پوری قوم کو اسی رُخ پر ڈال دیں جو انگریز کا مقصد تھا۔ یعنی مسلمانوں میں ایسی نسل تیار ہو جائے جو خون و رنگ کے اعتبار سے ایشیائی ہوں، مگر مزاج رائے فکر اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ من حیث القوم ہم یہود و نصاریٰ کے پیروکار ہیں۔ موجودہ انگریز کے دیے ہوئے تعلیمی نظام نے ہمیں کیا دیا۔ معمولی سمجھ بوجھ والا سلیم الطبع شخص بھی اس کی تباہ کاریوں سے بخوبی واقف ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ انگریز کے اس منحوس نظامِ تعلیم سے پہلے برِّصغیر کی تعلیم و ترقّی کی کیا حالت تھی تاکہ موجودہ معاشرے اور اس وقت کے معاشرے میں موازنہ کیا جا سکے۔

حضرت مصنّفؒ تحریر فرماتے ہیں

"تقریباً ۱۶۹۰ء کپتان ہملٹن خلیج فارس سے ہوتے ہوئے ساحل ہندوستان پر آئے، سب سے پہلے اُنھوں نے اس حصّہ ہندوستان کو دیکھا ہے جو سندھ کے نام سے موسوم ہے۔ سندھ میں ایک شہر تھا جس کا نام "ٹھٹھ" تھا۔ ہندوستان کا یہ پہلا شہر تھا جو اُن کو پہلے پہل نظر آیا۔ وہ لکھتے ہیں۔ "ٹھٹھ شہر علوم و فقہ فلسفہ و سیاسیات کے لیے مشہور ہے۔ ان علوم میں لڑکوں کو تعلیم دینے کے لیے تقریباً چار سو کالج یہاں ہیں۔"

پروفیسر ماکس میلز سرکاری کاغذات کی بناء پر لکھتا ہے۔

"برطانوی حکومت سے قبل بنگال میں اَسّی ہزار دیسی (وطنی) مدارس تھے دوسرے

لفظوں میں اس کے معنی ہوئے کہ آبادی کے ہر چالیس افراد کے لیے ایک مدرسہ قائم تھا۔
عام ہندوستان کے شہروں اور ضلعوں کی تعلیمی حالت کا اندازہ یونٹ وارڈ ۱۹۲۱ء کے مندرجہ ذیل فقرہ سے ہوتا ہے۔

"انڈیا ڈسٹرکٹ اسکولوں سے بھرا ہوا ہے۔ وہاں ہر ۳۱ لڑکوں پر ایک اسکول ہے۔"
صوبہ میں تو چالیس افراد پر ایک مدرسہ پڑتا تھا، لیکن شہروں میں مدارس کے لحاظ سے افراد کا اوسط کم ہو جاتا ہے اور صرف ۳۱ باقی رہتا ہے۔

خاص دارالسلطنت آگرہ اور دہلی کے علمی مذاق کا اندازہ حسب ذیل عبارتوں سے ہوتا ہے۔

آگرہ میں متعدد مدارس قائم تھے یہاں کی تعلیم گاہوں کے لیے شیراز سے علماء بلائے جاتے تھے . . . .

جہانگیر اپنی تزک میں لکھتا ہے۔

"آگرہ کی آبادی صناعوں[1] اور طلباء علوم سے بھری ہوئی ہے، ہر مذہب و ملت کے علماء اس شہر میں آباد ہیں۔

جہانگیر نے یہ قانون وضع کیا تھا کہ

حدود مملکت میں جہاں بھی کوئی مالدار رئیس یا بیرونی تاجر بغیر کسی جانشین یا وارث کے مرجائے تو اس کی تمام جائیداد و املاک بنام سلطنت منتقل ہو کر مدرسوں اور خانقاہوں پر صرف ہو" (ہندوستان شاہان مغلیہ کے عہد میں ص ۲۰-۲۱)

لڈلو نے تاریخ برطانوی ہند میں لکھا ہے کہ "ہندوؤں کے ہر موضع میں جو قدیم حالت پر قائم رہے بچے بالعموم لکھ پڑھ سکتے ہیں حساب میں ان کو خاص مہارت ہوتی ہے، مگر جس جگہ ہم نے مثل بنگال کے پرانا نظام توڑ دیا ہے وہاں سے گاؤں کا اسکول غائب ہو گیا ہے۔"

اسی طرح انڈین ریفارم سوسائٹی نے جو ۱۸۵۳ء سے انگلستان میں قائم تھی اپنے ایک رسالہ میں لکھا تھا۔ ہندوؤں کے زمانہ میں ہر موضع میں ایک مدرسہ ہوتا تھا ہم نے چونکہ دیہاتی کمیٹیوں یا میونسپلٹیوں

---

[1] انجینیروں

کو توڑدیا تو اس سے ان کے باشندے مدارس سے بھی محروم ہوگئے اور ہم نے اُن کی جگہ کوئی چیز قائم نہیں کی۔

سر ولیم ہنٹر نے لکھا تھا

"قبل اس کے کہ ملک ہمارے ہاتھوں میں آئے مُسلمان نہ صرف سیاسی اعتبار سے بلکہ ذہن اور فراست کے اعتبار سے ہندوستان میں بڑی قوت رکھتے تھے، ان کا نظامِ تعلیم اعلیٰ درجہ کی ذہنی تربیت دے سکتا تھا۔ (علماءِ حق ص ۱۷-۱۸)

حضرت مصنّف مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اس سلسلہ میں "سر تھامس رو" کا بیان زیادہ واضح ہے۔ آپ نے برطانوی قبضہ سے پیشتر ہندوستان کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"ہندوستانیوں کا طریقہ کاشت کاری بے مثل، صنعت و دستکاری کے معاملہ میں اُن کی استعداد اعلیٰ۔ ہر قریہ میں ایسے مدارس جن میں نوشت و خواند اور حساب کی تعلیم ہو۔ ہر شخص میں مہمان نوازی اور خیرات کرنے کا مُبارک جذبہ اور سب سے زیادہ یہ کہ صنف نازک پر پُورا اعتماد۔ اس کی عزّت و عصمت و عفت کا پُورا پُورا لحاظ، یہ ایسے اوصاف ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہم غیر مہذب اور غیر متمدن نہیں کہہ سکتے۔ ایسی صفات کی موجودگی میں ہندوستانیوں کو یورپی اقوام سے کسی طرح کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر ہندوستان اور انگلستان کے درمیان تہذیب و تمدّن کی تجارت کی جائے تو مجھے یقین کامل ہے کہ ہندوستان سے تمدّن کی جو کچھ درآمد انگلستان میں ہوگی، اس سے انگریزوں کو بہت فائدہ پہنچے گا

اس موقع پر یہ بھی خیال رکھنا مناسب ہے کہ کمپنی کی ان تمام مخالفانہ اور جابرانہ کارروائیوں کے باوجود جن کا کچھ تذکرہ آگے آتا ہے۔ ۱۸۵۷ء تک مُسلمانوں کی تعلیمی اور ذہنی حالت جو کچھ باقی رہ گئی تھی، اس کا اندازہ بنگال سول سروس کے ایک افسر کی حسبِ ذیل تحریر سے ہوتا ہے۔

عزمِ تعلیم اور ذہنی صلاحیت کے اعتبار سے مُسلمان ہندوؤں سے کہیں زیادہ فائق ہیں، اور نسبتاً ہندو ان کے سامنے طفلِ مکتب معلوم ہوتے ہیں علاوہ اس کے مسلمانوں میں انتظامی کاموں کی اہلیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

پنجاب کے سررشتہ تعلیم کی رپورٹ سب سے اوّل ۵۷-۱۸۵۶ء میں شائع ہوئی تھی، اس وقت مسٹر آرنلڈ سررشتہ تعلیم کے افسرِ اعلیٰ تھے اُنھوں نے مسلمانوں کے متعلق لکھا تھا۔

بحیثیت معلمی کے میدان مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ مسلمانوں کے اسکولوں میں فارسی پڑھنے کے لیے بے شمار ہندو لڑکے ان پر اعتماد کر کے پڑھنے آتے ہیں۔

اس کے بعد ۶۱-۱۸۶۰ء کی رپورٹ میں کپتان فلر ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم لکھتا ہے۔

مسلمان اساتذہ کی بیشی جو ان درسگاہوں میں ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں بالکل عیاں ہے ۴۳۳ مسلمان استاذ اور ۱۱۱ ہندو اور ۶ دوسری ذاتوں کے ہیں۔

اس کے بعد حضرت مصنفؒ تحریر فرماتے ہیں

اقتباسات بالا سے عام ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کی تعلیمی حالت کا کسی قدر اندازہ ہوگیا، لیکن جنگ پلاسی ۱۷۵۷ء یعنی جہادِ حریت ۱۸۵۷ء سے ایک صدی پیشتر سے ہندوستان کی حکومت اسی کمپنی کے قبضہ میں آنی شروع ہوگئی جو تجارت کرنے اور روپیہ بٹورنے کے لیے ہندوستان آئی تھی۔

کمپنی کے مالک بقول جسٹس سیّد محمود صاحب صرف یہ چاہتے تھے کہ تجارت اور دیگر ذرائع سے ہندوستان سے زیادہ سے زیادہ مالی نفع حاصل کریں اس لیے وہ اہلِ ہند کو تعلیم دینا اپنا کام نہ سمجھتے تھے۔ ایضاً ص ۱۹-۲۰

ایک اور شہادت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سر ولیم بنیٹنگ ابتداء میں مدراس کے گورنر اور اُس کے بعد ہندوستان کے مشہور وائسرائے رہے ہیں۔ آپ کی شہادت یقیناً بہت زیادہ قابلِ وقعت ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

بہت سے اعتبارات سے مسلمانوں کی حکومت ہماری حکومت سے سبقت لے گئی جو ممالک مسلمانوں نے فتح کیے اُن میں وہ رہ پڑے۔ اُنھوں نے وہاں باشندگان کے ساتھ مناکحت کی اور اُنھیں جملہ حقوق دیے، فاتح اور مفتوح کے منافع اور ہمدردیاں ایک ہوگئیں اس کے مقابلہ میں ہماری حکمتِ عملی اس کے برعکس رہی جس میں سرد مہری خود غرضی اور بے حسی تھی۔ (بحوالہ ہندوستان شاہانِ مغلیہ کے عہد میں ص ۵۵)

محترم قارئین ان مختصر تاریخی حقائق سے آپ پر یہ حقیقت بخوبی عیاں ہوگئی ہوگی کہ رائے صاحب جس انگریزی نظامِ تعلیم کو انگریز کی مہربانی گردانتے ہیں۔ وہ درحقیقت مسلمانانِ برّصغیر کے خلاف گہری سازش تھی جس کا مقصد ایسی نسل تیّار کرنا تھا جو اخلاقی طور پر انتہائی پست خودغرض اور مذہب سے باغی ہو اسلام کے نام پر مسلمانوں میں کفر والحاد کی راہیں فراہم کر کے انگریز کی ذہنی غلامی اور وفاداری کا ثبوت فراہم کر کے اپنے آقا سے شاباش وصول کرتی ہو۔ یقیناً انگریز اپنی اس سازش میں کامیاب ہوا جس کا ثبوت خود رائے صاحب کی ذات اور ان جیسے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد کا لشکر اپنے آقاؤں کے مقاصد کی تکمیل کے لیے پاک سرزمین کو تختہ مشق بنائے ہوئے ہے۔

اپنے موقف کی تائید میں بطورِ مثال ۹ رجولائی کے روزنامہ جنگ کے سیاسی ایڈیشن سے ایک آدھا اقتباس پیش خدمت ہے۔ اس ایڈیشن کے مرتب صہیب مرغوب صاحب نے اس کی ابتداء ڈی آئی جی اسپیشل پولیس جناب تنویر حمید صاحب مرحوم کے واقعہ سے کی تنویر حمید صاحب مرحوم سے میری بھی ذاتی شناسائی تھی۔ بہت شریف انسان تھے۔ حضرت اقدس والد صاحب رحمۃ اللہ سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے تھے۔ رپورٹ کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

”یہ ان دنوں کی بات ہے جب پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت تھی۔ ماڈل ٹاؤن میں ایک بہت بڑی ڈکیتی کی واردات ہوئی۔ ایک اطلاع کے مطابق ۶۷ لاکھ اور دوسری خبر کے مطابق ایک کروڑ سے زائد کا مال لوٹ لیا گیا۔ ڈاکو نوجوان تھے ایک آدھ کا تعلق اچھے سیاسی گھرانے سے بھی تھا۔

تنویر حمید مرحوم ڈی آئی جی سپیشل برانچ تھے۔ اس واردات کے چند روز بعد مجھے اُن کا فون آیا کہ آپ مجھ سے ملیں میں اسی روز دوپہر کو ان کے آفس گیا۔ وہ مجھے خلاف معمول بہت پریشان نظر آرہے تھے۔ وہ بہت اچھے اور شریف آدمی تھے۔ اپنے کام کو پوری دلچسپی سے کرتے تھے، مگر اُس روز اُنھوں نے بتایا کہ ماڈل ٹاؤن میں ڈکیتی کی خبر آپ نے پڑھی ہوگی۔ ہم نے اس واردات کی اطلاعات واردات ہونے سے چند روز پہلے دے دی تھیں جس کی کاپی لاہور پولیس اور وزارت داخلہ کو بھی بھیجی گئی تھی، لیکن اس وقت حکام نے اس واردات کی روک تھام کے لیے کچھ نہیں کیا، بالآخر واردات ہوگئی۔ ہمارے آدمی

نے ہمیں یہ بھی اطلاع دی کہ اس میں ملوّث کچھ لوگ بیرون ملک فرار ہونا چاہتے ہیں۔ ہمارے معمولی اہلکار نے ان کے ٹکٹ نمبر اور فلائٹ نمبر سے بھی آگاہ کیا جس کی اطلاع متعلقہ شخصیات کو دے دی گئی۔ اُنھوں نے پھر کچھ نہیں کیا اور واردات میں ملوث بعض ملزم بیرونِ ملک فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

تنویر حمید صاحب نے بتایا "اس ساری کارروائی کے بعد میرا غریب اہلکار پھنس گیا ہے۔ لاہور پولیس بار بار اجلاسوں میں یہی کہہ رہی ہے کہ ہم ملزموں تک پہنچنے کے لیے آپ کے آدمی سے تفتیش کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اسے ملزموں کا اس وقت پتہ تھا تو اس وقت بھی پتہ ہوگا۔ ہمارے خیال میں وہ بھی ملزموں سے ملا ہُوا ہے۔ پولیس اصل ملزموں کو نہ گرفتار کرنے میں بوجوہ کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ اب وہ چند سو کی خاطر نوکری کرنے والے اہلکار کو پھنسانا چاہتی ہے اس لیے تو کل کو ہمارا کوئی اہلکار کام نہیں کرے گا اور کوئی جرائم کی سَرکوبی کے لیے آگے نہیں آئے گا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ کام آپ اپنے ذمّے لے لیں۔ اگر آپ کہہ دیں کہ یہ اطلاع آپ نے دی تھی تو آپ کو لاہور پولیس ڈاکو ثابت نہیں کر سکے گی اور گرفتار بھی نہیں کر سکے گی۔

ان کی شرافت اور پریشانی دیکھ کر مَیں نے حامی بھر لی۔ اُنھوں نے کہا کہ آپ کل مجھ سے مل لیں۔ اگلے روز جب میں ان کے پاس گیا تو اُنھوں نے کہا کہ آپ کا بہت بہت شکریہ کوئی اور بندوبست ہو گیا ہے۔ اَب شاید آپ کی مدد کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ اس واردات میں ملوّث ایک نوجوان کو پولیس میں بھرتی کر لیا گیا ہے۔"

اس واقعہ اور اس جیسے ہزاروں واقعات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اصل خرابی نظامِ تعلیم کی ہے جو انگریز کا بنایا ہُوا ہے۔ پولیس کا عہدہ دار ہو یا فوج کا عدالت کا جج ہو یا انتظامی اور سول افسر سب اسی نظام کی پیداوار ہیں۔ جب نظام درست ہوگا تو خود بخود نتائج بھی درست ہونے لگیں گے نہیں تو آگے کو اس سے بھی خراب حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیّار رہیے۔ آخر میں اسی سیاسی ایڈیشن سے ایک گراف شائع کیا جا رہا ہے ——————
جس میں صرف صُوبہ پنجاب میں ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۹۵ء تک کے مجموعی جرائم کا موازنہ کیا

گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

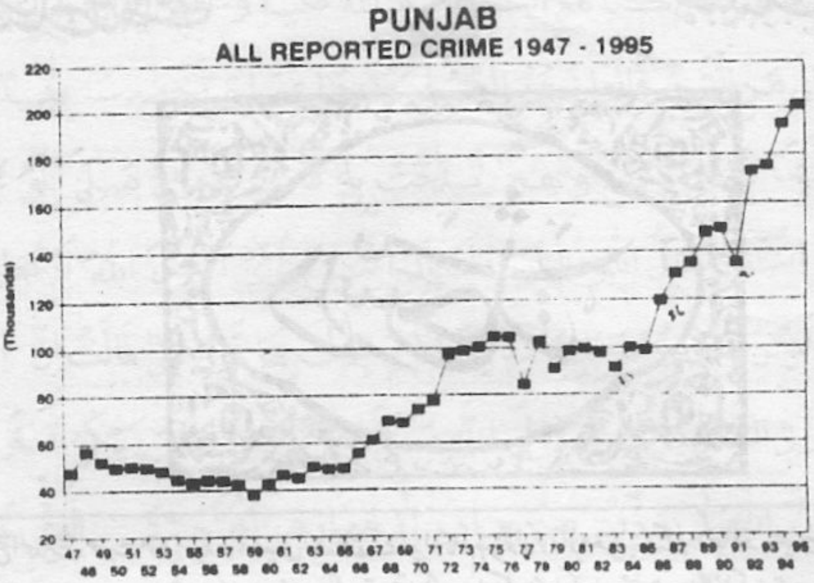

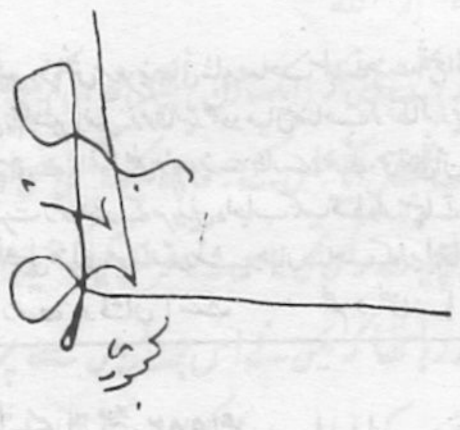

انتقالِ پُر ملال

جولائی کے عشرہ اخیرہ میں حضرت مولانا مفتی محمد اکمل صاحب کراچی میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم مولانا اصلح الحسینیؒ کے بھائی تھے۔ بہت پختہ عالم تھے منطق و فلسفہ پر خاص عبور تھا۔ آپ حضرت شیخ الاسلام سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے شاگرد اور متوسلین میں سے تھے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرماکر درجاتِ عالیہ سے سرفراز فرمائے ان کا نعم البدل پیدا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

مولای صل وسلم دائما ابدا   علی حبیبک خیر الخلق کلہم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است   خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۱۲ سائیڈ اے ۱۶ مئی ۱۹۸۲ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وّ آلہٖ واصحابہ اجمعین

اما بعد! عَنْ عَامِرِ الرَّام قال بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَہٗ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَیْہِ کِسَاءٌ وَّ فِیْ یَدِہٖ شَیْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَیْہِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَرَرْتُ بِغَیْضَۃِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِیْھَا اَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَاَخَذْتُھُنَّ فَوَضَعْتُھُنَّ فِیْ کِسَائِیْ فَجَاءَتْ اُمُّھُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلٰی رَأْسِیْ فَکَشَفْتُ لَھَا عَنْھُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَیْھِنَّ فَلَفَفْتُھُنَّ بِکِسَائِیْ فَھُنَّ اُولَاءِ مَعِیْ قَالَ ضَعْھُنَّ فَوَضَعْھُنَّ وَاَبَتْ اُمُّھُنَّ اِلَّا لُزُوْمَھُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَعْجَبُوْنَ لِرُحْمِ اُمِّ الْاَفْرَاخِ فَرَاخِھَا فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَلّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ اُمِّ الْاَفْرَاخِ بِفِرَاخِھَا اِرْجِعْ بِھِنَّ حَتّٰی تَضَعَھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَخَذْتَھُنَّ وَ اُمُّھُنَّ مَعَھُنَّ فَرَجَعَ بِھِنَّ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ غَزَوَاتِہٖ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَأَۃٌ تَحْضِبُ بِقِدْرِھَا وَمَعَھَا ابْنٌ لَّھَا فَاِذَا ارْتَفَعَ وَھَجٌ تَنَحَّتْ بِہٖ فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ قَالَ بَلٰی قَالَتْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِھَا قَالَ بَلٰی قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَاتُلْقِیْ وَلَدَھَا فِی النَّارِ فَاَکَبَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبْکِیْ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ لَایُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِہٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[1]

"حضرت عامر رامی رضؓ (تیر انداز) کہتے ہیں کہ (ایک دن) جبکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک شخص آیا جس کے جسم پر ایک کملی تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر اس نے اپنی کملی لپیٹ رکھی تھی۔ اس نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ! مَیں درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گزر رہا تھا کہ مَیں نے اس جھنڈ میں سے پرندوں کے بچّوں کی آوازیں سُنیں، چنانچہ مَیں نے اُنھیں پکڑ لیا اور اپنی کملی میں رکھ لیا۔ اتنے میں بچّوں کی ماں آگئی اور میرے سر پر پھرنے لگی۔ مَیں نے اس کے سامنے بچّوں کے اُوپر سے کملی کھول دی۔ (تاکہ وہ اُنھیں دیکھ لے) وہ اپنے بچّوں کو دیکھتے ہی ان پر آن گری اور مَیں نے ماں اور بچّوں کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور اب وہ سب میرے پاس ہیں"۔ آپ نے فرمایا۔ "ان کو یہاں رکھو"! اس نے ان کو وہاں رکھ دیا اور ان پر سے اپنی کملی ہٹادی۔ ماں سب چیزوں کو چھوڑ کر بچّوں سے چمٹ گئی۔ (ہم سب اپنے بچّوں کے ساتھ اس ماں کی محبّت کو بنظرِ تعجب دیکھ ہی رہے تھے کہ) آپ نے فرمایا "کیا تم لوگ اس پر تعجّب کر رہے ہو کہ ان بچّوں کی ماں اپنے بچوں پر (کس قدر) رحم دِل واقع ہوئی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا کہ ایک

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۲۰۸

ماں اپنے بچوں پر رحم کرتی ہے اور جاؤ ان بچوں کو وہیں لے جاکر رکھ دو جہاں سے تم نے ان کو پکڑا تھا اور ان کی ماں کو ان کے ساتھ ہی چھوڑ دو ، چنانچہ وہ ان سب کو لے گیا (اور جہاں سے پکڑا تھا وہیں چھوڑ آیا)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ کسی غزوہ میں (چلے جارہے) تھے کہ آپ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور ان سے پوچھا "کہ تم کون لوگ ہو؟" انھوں نے عرض کیا "ہم مسلمان ہیں" ان میں ایک ایسی عورت بھی تھی جو اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی (یعنی کچھ پکا رہی تھی) اس کے پاس اس کا بچہ بھی تھا، چنانچہ جب آگ کی لپٹ اُٹھتی تو وہ بچے کو ایک طرف ہٹا دیتی (تاکہ آگ کی تپش سے اسے تکلیف نہ پہنچے)، پھر وہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئی، اور آپ سے عرض کرنے لگی کہ "آپ اللہ کے رسول ہیں؟" آپ نے فرمایا "ہاں" اس عورت نے کہا "کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ رحم کرنے والا نہیں ہے جتنا کہ ایک ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے؟" آپ نے فرمایا "ہاں" اس عورت نے کہا "ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی (تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوزخ میں آگ میں کیوں ڈالتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ (سن کر) روتے ہوئے اپنا سر نیچے کر لیا پھر (تھوڑی دیر کے بعد) اپنا سر مبارک اس عورت کی طرف اٹھایا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر (ہمیشہ) عذاب نہیں کرتا۔ ہاں صرف ان لوگوں کو عذاب دیتا ہے جو سرکش ہیں اور ایسے سرکش جو اللہ تعالیٰ سے سرکشی کرتے ہیں۔ (یعنی اس کے احکام نہیں مانتے) اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کرتے ہیں۔"

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَیْہِ کِسَاءٌ کہ ایک شخص آئے انھوں نے چادر اوڑھ رکھی تھی وَفِیْ یَدِہٖ شَیْءٌ اُن کے ہاتھ میں کچھ تھا قَدِ الْتَفَّ عَلَیْہِ ۔ اسے انھوں نے لپیٹ رکھا تھا۔ ایسی ایک چیز لے کر ایک صحابی آئے، چادر ہے ہاتھ میں کچھ ہے اور چادر سے اُوپر سے لپیٹ رکھا ہے اُسے، انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مَرَرْتُ بِغَیْضَۃِ شَجَرٍ میں درختوں کے ایک بہت بڑے جھنڈ میں سے گزر رہا تھا تو میں

نے اس میں آواز سُنی اُس جھنڈ میں کہ بچّے بول رہے ہیں ایک چڑیا کے۔ مَیں نے پکڑ کے انہیں اپنی چادر میں رکھ لیا اور عرض کرنے لگے کہ جب مَیں نے اُنھیں چادر میں رکھ لیا ـــــ تو اُن کی ماں آئی اِسْتَدَارَتْ عَلٰی رَأْسِیْ وہ میرے سَر کے گرد ایسے گھومنے لگی چکر کاٹنے لگی فَکَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ مَیں نے انہیں یوں کھول دیا جب مَیں نے وہ چادر ہٹادی اُوپر سے فَوَقَعَتْ عَلَیْهِنَّ یہ جو تھی یہ اُوپر سے ان بچّوں کے پاس آگئی فَلَفَفْتُهُنَّ بِکِسَائِیْ مَیں نے اُن کو اپنی چادر میں لپیٹ رکھا ہے فَهُنَّ اُولَاءِ مَعِیْ یہ جو میری چادر میں ہے۔ یہ وہی ہیں لپٹے ہوئے، آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ یہاں رکھ دو، رکھ دیا سامنے اور جو اُن کی ماں تھی وہ نہیں جاتی تھی اور وہ بچّے اُڑ نہیں سکتے تھے تو ماں اُن سے الگ نہ ہوسکی، وہ برابر ادھر اور اُدھر چکر کاٹتی رہی، وہ جا نہیں سکتی تھی اُنہیں چھوڑ کر، صحابہ کرام موجود تھے۔ آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دیکھو یہ جو ماں ہے یہ جانوروں کی ماں ہے بچّوں کی ماں ہے، ان کی یہ جو پرندے ہیں جو انڈے سے پیدا ہوتے ہیں گویا ایک طرح سے بالواسطہ پیدا ہوتے ہیں ان کی ماں ہے اور اس کے دل میں یہ حالت ہے رحم کی اور شفقت کی اپنے بچّوں کے لیے کہ وہ الگ نہیں ہو سکتی تو ارشاد فرمایا فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق نبی بنا کر بھیجا ہے سچّا پیغام دے کر بھیجا ہے ـــــ لَلّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ اُمِّ الْاَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ان سے زیادہ رحمت فرماتے ہیں۔ جتنی یہ جانور اپنے بچّوں پر، ان کے دلوں پر رحمت کا اور محبّت کا مادّہ ہے۔ یہ سبق دیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ اِرْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰی تَضَعَهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَخَذْتَهُنَّ اُنہیں لے جاؤ جہاں سے اُٹھایا ہے اسی جگہ رکھ کر آؤ اور اُن کی ماں کو بھی اسی جگہ رکھ کر آؤ فَرَجَعَ بِهِنَّ۔ وہ صحابی اُنھیں واپس لے گئے کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے تکلیف ہو رہی تھی اُنھیں۔ اتنے چھوٹے چھوٹے جانوروں پر بھی رحم فرمانا اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔ فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ جو تر جگر ہے جاندار ہے ـــــ اس پر ترس کھایا جائے تو اس پر خدا کے یہاں سے اجر ملتا ہے تو آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ چیزیں بتلائی ہیں اور اسی طرح کے قصّے جب پیش آتے رہے ان تمام میں آپ نے یہی بات بتلائی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ کا کسی جگہ سفر میں گزر ہُوا تو اُس بستی والوں سے پُوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں اُنھوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں ایک عورت ان میں سے ہنڈیا پکا رہی تھی اور

آگ جلا رکھی تھی۔ ایک بچہ بھی پاس تھا۔ اب ہنڈیا پکلتے ہوتے ہوا آتی تھی تو بعض دفعہ آگ کی لپٹ تیز ہو جاتی تھی، جب لپٹ تیز ہوتی تھی تو یہ اپنے بچے کو پیچھے ہٹا لیتی تھی بچہ ساتھ تھا اس کے پاس تھا لپٹ جب تیز ہوئی بچے کو پیچھے ہٹا لیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ قَالَ نَعَمْ فرمایا کہ ہاں قَالَتْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

مجھے بتلایئے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا نہیں ہے؟ وہ سب سے زیادہ رحمتوں والا نہیں ہے؟ فرمایا بلا شبہ قَالَتْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ ــــ بِوَلَدِھَا۔

کیا اللہ تعالیٰ ماں کی بہ نسبت جیسے ماں اولاد پر رحم کرتی ہے۔ شفقت کرتی ہے اس سے زیادہ رحم فرمانے والا نہیں ہے قَالَ۔ بَلٰی ــــ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ کہنے لگی اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِیْ وَلَدَھَا فِی النَّارِ ماں تو اپنے بچے کو کبھی آگ میں نہیں ڈال سکتی تو یہ جملہ اس نے جب کہا بہت سمجھ دار کوئی عورت معلوم ہوتی تھی اس نے بہت اچھے طریقے سے بات کی ہے اور یہ اس نے اشکال پیش کیا کہ ماں تو اپنی اولاد کو نہیں ڈال سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ کس طرح سے بندوں کو عذاب دیں گے۔ یہ مقصد تھا۔ فَاَکَبَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبْکِیْ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھک گئے اور روتے رہے ــــ پھر آپ نے سرِ مبارک اٹھایا اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِہٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف انہی کو عذاب دیتے ہیں انہی کو سزا دیتے ہیں کہ جو سرکشی میں مبتلا ہو جائیں۔ مُتَمَرِّدْ اور مُتَمَرِّد بھی وہ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ۔ اللہ پر اللہ کے احکام کے بالمقابل سرکشی دکھاتا ہے وہ۔ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور وہ کلمہ بھی نہیں پڑھتا۔ اسلام بھی نہیں قبول کرتا اللہ کو ایک بھی نہیں مانتا۔ تو ایسی صورت میں اس خاص صورت میں عذاب دیتے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بہت زیادہ ہیں۔

ایسا موقع ہو اگر سارا وقت گزر گیا ہو (یعنی ساری زندگی گزر گئی ہو) لو وقت ہی تھوڑا رہ گیا ہو، ویسے بھی انسان کو یہ کب پتا ہے کہ

کتنا وقت کس کا باقی رہ گیا۔ یہ وقت کی اصلاح ہے اور مکافات اس تقصیر کی - اس کا طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔ اسلام میں، اس کا طریقہ اسلام میں استغفار ہی بتلایا گیا کہ جو کچھ انسان سے تقصیر ہو چکی ہے۔ جو غفلتیں ہوتی رہی ہیں ان سب کی تلافی کیسے ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی درست ہو جائے اور ان غفلتوں کی تلافی بھی ہو جاتے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کا طریقہ صرف یہی ہے کہ انسان استغفار کرے اور پچھتائے اپنے بُرے اعمال پر نظر رکھتا ہے ان سے توبہ کرتا رہے کہ مَیں نے یہ غلط کام کیے جو وقت غفلت میں ضائع ہُوا ہے صوفی تو اسے بھی گناہ ہی کہتے ہیں جو غفلت میں ضائع ہو جائے وقت صوفیوں کے یہاں وہ بھی گناہ ہے۔ اور بعض صُوفی تو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو کفر ہے انسان سانس لے اور خدا کو یاد نہ کرے یہ تو کُفر ہے - ابنِ فارس رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے صُوفی گزرے ہیں اُنھوں نے یہی کہا اور ویسے بھی ہے۔ و آں دم کافراست اما نہاں است ہر آنکہ غافل از و لے یک زماں است - جو آدمی ذرا سی دیر بھی غافل ہے اس وقت وہ کافر ہے۔ اما نہاں است، لیکن بات یہ ہے اس کا جو کُفر ہے وہ چُھپا ہُوا ہے اندر ہے نظر نہیں آرہا۔ اُنھوں نے (جو صوفیاء ہیں بہت بڑے لوگ ہیں اُنھوں نے) تو اس غفلت کو بھی اتنا بڑا گناہ قرار دیا ہے کہتے ہیں یہ تو کُفر ہے اور ابن فارسؒ بھی کہتے ہیں - فَلَوْ خَطَرَتْ لِیْ مِنْ سِوَاكَ اِرَادَةٌ عَلٰى خَاطِرِیْ سَهْوًا قَضَيْتُ بِرِدَّتِیْ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجذوب تھے یا محو تھے، محویت جیسے عالم رہتا ہو اُنھیں کہتے ہیں۔ فَلَوْ خَطَرَتْ لِیْ مِنْ سِوَاكَ اِرَادَةٌ اگر تیرے سوا کسی اور کا خیال بھی آجائے اِرَادَةٌ عَلٰى خَاطِرِیْ میرے ذہن میں سَهْوًا بھول کر بھی قَضَيْتُ بِرِدَّتِیْ تو مَیں تو کہوں گا کہ میں مرتد ہو گیا العیاذ باللہ اسلام سے ہی گویا پھر گیا تو ان لوگوں کے نزدیک تو غفلت بھی گناہ ہے اور پھر جو آدمی غفلت سے آگے غفلت میں مبتلا ہے وہ تو پھر نیچے کے درجے کا ہو گیا پھر اور درجہ گرتے گرتے یہ کہ گناہ ہی میں مُبتلا ہو گیا تو بس اس کے لیے تو پھر استغفار ہی ایک چیز ہو سکتی ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا کوئی توبہ کرے ایمان قبول کرے نیک کام کرے فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ ایسے لوگوں کے جو گناہ ہوتے ہیں ان کو بھی بدل کر اللہ نیکیاں بنا دیتا ہے تو استغفار ایک بہت بڑی دولت ہے، بہت بڑا دروازہ ہے اور بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ نے فرمائی ہے اپنے بندوں کے ساتھ اور بتلائی ہے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ سے کیونکہ وہاں کی باتیں

(باقی صـ ۶۳ پر)

(قسط: ۴۸، آخری)

حج فرض - حج وداع

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؒ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ

اٰمِنِيْنَ۔ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ (سورۃ ۴۸ الفتح آیت)

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچّا خواب دکھلایا ہے جو مطابق واقع کے ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے امن وامان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا۔ کوئی بال کترا تا ہوگا۔ کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا۔

خدا کے سارے احکام پہنچا دیے گئے۔ ان پر عمل کا عادی بھی بنا دیا گیا لیکن ایک فرض باقی رہ گیا یعنی حج بیت اللہ۔ اس پر عمل کرانا باقی ہے۔

۱۰ھ ذی قعدہ کا مہینہ آیا۔ عرب میں حج کا اعلان کرا دیا گیا، اہل ایمان مرد عورتیں اور بچے سب طرف سے آنے لگے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا موکب ہمایوں ۲۶ ذیقعدہ ۱۰ھ کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا۔ شمع رسالت کے گرداگرد ہزاروں پروانوں کا ہجوم ہے۔ راستہ میں بے شمار پروانوں کے جھرمٹ آتے جاتے ہیں اور لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے پروانوں میں ملتے جاتے ہیں۔ اس طرح ان کی تعداد سوا لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے۔

۴ ذی الحجہ ۱۰ھ کو یہ نورانی قافلہ جو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیر قیادت لشکرِ رحمت

لہ یہ داخلہ ۷ھ میں ہو چکا تھا جب عہد نامہ حدیبیہ کے بموجب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے اور اطمینان سے عمرہ کیا پھر حلق وقصر کیا۔ اس سے پہلے خیبر فتح ہو چکا تھا۔ چونکہ یہ تمام وعدے حج فرض پر بھی صادق ہو رہے ہیں اس مناسبت سے یہ آیت یہاں پیش کر دی گئی

ہے۔ بلد حرام (مکّہ معظّمہ) میں داخل ہُوا۔ قواعدِ حج کے مطابق ۸ ذی الحجہ کو مکّہ معظمہ سے روانہ ہو کر شب کو منٰی میں قیام کرتے ہُوئے ۹ ذی الحجہ کو مقامِ عرفات میں نزول فرما ہُوا۔ پھر اسی شام کو عرفات روانہ ہو کر عشاء کے قریب مزدلفہ پہنچا۔ شب کو یہاں قیام فرما کر صُبح سویرے یہ نُورانی میلہ مزدلفہ سے منٰی منتقل ہُوا۔ جہاں دو روز قیام پذیر رہا۔ ان ایّام میں ان کے امام نے (جو سیاسی نظام کے لحاظ سے بھی امام اعظم ہے اور نہ صرف امام المومنین بلکہ امام الانبیاء و سیّد المرسلین ہے (صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین) تقریر فرمائی اس کے متفرق اجزاء جو بخاری شریف، مسند احمد، مسند بزار اور طبرانی میں پھیلے ہُوتے ہیں۔ ان کا مفہوم اپنی زبان اور اپنے الفاظ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ مطالعہ فرمائیے اور سبق لیجیے۔

ناقہ کی پشت جو اس وقت تاجدارِ دو جہاں سیّد الثقلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا گویا منبر تھا۔ اسی ذی حیات منبر سے آپ نے اُمّت کو خطاب فرمایا

خُطبہ حجۃ الوَداع

(ترجمہ)

پہلے تین دفعہ تکبیر فرمائی اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ پھر ارشاد ہُوا :

خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پُورا کیا۔ اپنے بندے کو کامیاب کیا تن تنہا تمام ٹولیوں کو پسپا کر دیا۔ وہی تعریف کا مستحق ہے ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں۔ اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ اسی سے مغفرت[لہ] مانگتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ اس اکیلے معبود کے سوا کوئی معبُود نہیں۔ محمدؐ اس کا بندہ اور پیغمبر ہے۔ (بخاری شریف وغیرہ)

لہ یہ ہے مقامِ نبوّت تیئیس ۲۳ سالہ جدوجہد کا نام نہیں۔ اپنی جفاکشی اور محنت کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اپنی ہستی کچھ نہیں۔ جو کچھ ہے اللہ کا فضل و کرم ہے۔ اس کی امداد و اعانت ہے۔ اپنی کوتاہیاں سامنے ہیں جن کی مغفرت طلب کی جا رہی ہے۔ اپنے کسی کمال کا تصور اور خیال بھی نہیں۔ پُورا خطبہ پڑھ لو۔ کہیں اپنی معمولی سی تعریف بلکہ تعریف کا کوئی شائبہ بھی نہیں ملے گا جبکہ سیاسی رہنما ایسے موقع پر اپنی خدمات بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور اپنی ہوشمندی اور سلیقہ مندی کے قصیدے خود اپنی زبان سے پڑھتے ہیں۔

لوگو! مَیں تمہیں خوفِ خدا کی وصیّت کرتا ہوں۔ دیکھو چار چیزیں ہیں:
خُدا کے سوا کسی کو شریک نہ بناؤ۔ کسی کی ناحق جان نہ لو، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو۔

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمّت نہیں۔
دیکھو سُنو!

اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ پنج وقتہ نمازیں ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ جن کو تم اپنے معاملات کا ذمّہ دار بناؤ، ان کی بات مانو۔ اپنے رَبّ کی جنّت میں خوشی خوشی داخل ہو جاؤ۔

دیکھو۔ جو کہہ رہا ہوں اسے غور سے سُنو۔ یاد رکھو۔ ممکن ہے آئندہ مجھے نہ دیکھ سکو!

لوگو! بتاؤ، یہ کونسا دن ہے، کونسا مہینہ ہے۔ کس مقام پر تم اس وقت ہو

(پھر ارشاد ہُوا) یہ وہی دن ہے جس کی تم ہمیشہ سے تعظیم کرتے چلے آئے ہو، جس میں ایک دوسرے کے خُون کو حرام سمجھتے آئے ہو، یہ وہی ذی الحجہ ہے۔ جس میں آپس کا قتل و خُون سب سے بڑا جُرم سمجھتے رہے ہو۔ یہ وہی شہر ہے جس کی حرمت و عظمت کا سکّہ تمہارے دِلوں پر بیٹھا ہُوا ہے جس میں ہر ایک کی جان محفوظ مانی جاتی ہے۔

دیکھو! ایک دوسرے کی جان۔ مال۔ آبرو۔ ایسی ہی حرام ہے۔ جیسے یہ مُبارک دن۔ اس مبارک مہینہ میں۔ اس مقدس شہر میں۔

اے لوگو! میری بات سُنو اور زندگی پاؤ۔

خبردار ظُلم نہ کرنا۔ خبردار ظُلم نہ کرنا۔ خبردار ظلم نہ کرنا۔ کسی بھی شخص کا مال اُس کی رضامندی کے بغیر لینا روا نہیں۔ جس کے پاس کسی کی امانت ہے وہ احتیاط سے اس کو ادا کر دے۔ (مسند احمد)

پھر ارشاد ہوا:
مُسلمانو! خبردار۔ خبردار۔ میرے بعد گُمراہ اور کافر مت ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارتے پھرو۔ میری سنو اور خُوب سمجھ لو۔ یاد رکھو مُسلمان مُسلمان کا بھائی ہے۔ اور سب مُسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دیکھو ظُلم مَت کرو۔ کسی کی آبرو مت گراؤ۔

عورتوں کے حقوق

اے لوگو! اپنی عورتوں پر تمہارا حق ہے اور ان کا تم پر۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہاری ناموس اور آبرو کی حفاظت کریں۔ کوئی بدکاری عمل میں نہ لائیں۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم خوش دِلی سے ان کو کھانا کپڑا دو۔ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہ کرے۔
دیکھو! عورتوں کے ساتھ اچھّا سلوک کرو۔ وہ اللہ کی بندیاں ہیں۔ خُدا نے تم کو ان پر بڑائی دی ہے۔ عورتوں کے معاملہ میں خوفِ خدا سے کام لو۔

گزشتہ دَور کے مظالم فراموش

دیکھو! خون (یعنی قتل کرنے اور قصاص لینے کے اور) پانی کے چشموں اور اموال کے جو تنازعات چلے آرہے تھے۔ آج وہ سب میرے قدموں کے نیچے (پامال ہوچکے) ان کو فراموش کرو اور سب سے پہلے جس خون کا مطالبہ معاف کیا جاتا ہے وہ (میرے چچا زاد بھائی) ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خُون ہے۔ یہ شیر خوار تھا۔ قبیلہ بنی حارث میں پرورش پا رہا تھا۔ قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے اس کو زمانہ شیر خواری ہی میں قتل کر دیا تھا۔ (اس کا خُون میں معاف کرتا ہوں۔)
اور دیکھو۔ زمانۂ جاہلیّت کے تمام سود معاف۔ مَیں سب سے پہلے وہ سُود معاف کرتا ہوں جو میرے چچا عبّاس کے لوگوں کے اُوپر تھے اگر چاہو تو اصل

قرض لے سکتے ہو۔ نہ تم پر کوئی ظلم۔ نہ تمہارا کسی پر ظلم (مسند احمد)

لونڈ ختم

اور دیکھو زمانہ اسی ہیئت پر لوٹ آیا ہے جو اس کی ہیئت ابتداء آفرینش میں تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (تا ختم آیت سورۂ توبہ)

مسلمانو! خبردار۔ خبردار۔ میرے بعد کفر کی باتوں پر نہ آجانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارتے پھرو۔ (بخاری شریف)

دیکھو۔ شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اس کی پوجا نہیں کر سکتے ہاں وہ تمہارے اندر جھگڑے کھڑے کرنے میں (لگ گیا ہے) وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تمہیں بھڑکاتا رہے گا۔ دیکھو احتیاط سے کام لیتے رہنا۔ (مسند احمد)

مساواتِ انسانی

ارشاد ہوا!

اے لوگو! تمہارا ربّ ایک، تمہارا باپ ایک، نہ عرب کو عجم پر فضیلت نہ عجم کو عرب پر فضیلت۔ نہ کالے کو گورے پر عظمت۔ نہ گورے کو کالے پر بڑائی سب کے سب ایک باپ "آدم" کی اولاد ہیں۔ اور آدم کی آفرینش مٹی سے ہوئی تھی۔ کسی کو جو فضیلت میسّر آ سکتی ہے۔ وہ تقویٰ (خدا ترسی اور پرہیزگاری) کی بناء پر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ

(الآیۃ سورۂ حجرات ع ۲ - ترمذی و مسند احمد وغیرہ)

اے جماعتِ قریش! ایسا نہ ہو کہ قیامت کو تم لدے ہوئے آؤ کہ دُنیا تمہاری گردنوں پر سوار ہو اور دوسرے لوگ آخرت لے کر آئیں۔

دیکھو! مَیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔

مسلم اور مؤمن کون ہے:

دیکھو! میں تمہیں بتاتا ہوں مسلم اور مؤمن کون ہے

مُسلمان وہ ہے کہ سب مُسلمان اُس کی زبان اور اُس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں اور مؤمن وہ ہے کہ کسی بھی انسان کو اس کی طرف سے نہ اپنی جان کا خطرہ ہو نہ مال کا اور میں بتاؤں۔ مہاجر و مجاہد کون ہے۔ مہاجر وہ ہے جو تمام بُرائیوں کو چھوڑ دے اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرنے میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔

اور دیکھو۔ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان پر ہر چیز حرام ہے اس کی جان حرام۔ اس کا مال حرام۔ اس کی آبرُو حرام

دیکھو۔ غیبت کر کے مُردہ بھائی کا گوشت مت کھاؤ۔　　(طبرانی و بزار)

اے لوگو! سُنو۔ جہاد فی سبیل اللہ میں ایک شام ایک صبح چلنا بھی دُنیا اور دُنیا کی تمام دولتوں سے بڑھ کر ہے۔

دیکھو۔ مَیں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں جس کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ بشرطیکہ اس کو مضبوطی سے سنبھالے رہو۔ وہ کیا ہے؟ "اللہ کی کتاب"۔!

اے لوگو۔ بتاؤ۔ مَیں نے خُدا کے احکام پہنچا دیے۔ جب تم سے میری بات سوال ہوگا تو کیا کہو گے؟

سب نے جواب دیا۔ "ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پُوری طرح پہنچا دیا۔ امانت ادا کر دی۔ نصیحت میں کوئی کوتاہی نہیں کی"

اس پر آپ نے فرمایا۔ خدایا گواہ رہ۔ خدایا گواہ رہ۔ خدایا گواہ رہ۔ پھر

صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

جو یہاں ہیں وہ سب باتیں دوسروں تک پہنچا دیں۔ جو یہاں نہیں ہیں۔"

تکمیلِ دین کی بشارت

فرائضِ نبوت ادا کر دیے گئے۔ مقاصدِ بعثت کامیاب ہو گئے۔ اللہ کے دین کی عمارت جس کی تعمیر حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السّلام نے شروع کی تھی۔ اُس کا آخری رَدّہ رکھا جا چکا۔ عمارت ہر لحاظ سے مکمل ہو گئی۔ تو عرشِ رحمٰن سے اس کی سند صادر ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ ۵ آیت ۳)

(ترجمہ) آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور تمہارے لیے پسند کر لیا دینِ اسلام۔

○

مکّہ معظّمہ سے واپسی

فرائض و واجبات سے فراغت ہو گئی تو ۱۴ ذی الحجہ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے پاک باز رفقاء مکّہ سے واپس ہوئے۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واَصحابہٖ اجمعین۔

○

اعلامِ رُخصت

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

جب آ پہنچے خُدا کی مدد اور فتح۔ اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق

داخل ہوتا ہُوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجیے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجیے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سورت کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رحلت کا اعلامیہ قرار دیا کیونکہ مقاصدِ بعثت پوُری طرح مکمّل ہوچکے۔

(الف) تطہیرِ کعبہ آخری مقصد تھا۔ مکّہ معظّمہ فتح ہُوا تو سب سے پہلے اس فرض کو انجام دیا گیا کہ خدا۔ واحد کے بیت کو جو سینکڑوں معبودانِ باطل کا بیت بنا دیا گیا تھا۔ پھر سے بیت اللہ بنا دیا گیا۔ کھلی آنکھوں جَاءَ الْحَقُّ[1] وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا مشاہدہ کرا دیا گیا۔

(ب) سلسلہ دعوت جس کا دامن صلح حدیبیہ کے بعد سے وسیع ہونا شروع ہُوا تھا یہاں تک کہ فتح کے بعد سارا عرب اس کا میدان بن گیا اور اقتدارِ قریش جو آخری رکاوٹ تھا اس کی دھجیاں بکھری ہُوئی خود قبائل نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو وفودِ قبائل کی فوجیں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے لگیں۔ دین کا پودا جو تیئیس برس پہلے لگایا تھا تن آور درخت بن گیا۔

(ج) یہ مقاصد پوُرے ہو گئے تو وہ روحِ قدسی جو انہی مقاصد کے لیے خاکدانِ ارضی میں نزول فرما تھی اور بے چین تھی کہ رفیقِ اعلیٰ کی رفاقت میسّر آئے۔ اب وقت آگیا کہ یہ بے چینی ختم ہو اور رفاقتِ دائمی میسّر ہو۔

(د) تسبیح و تحمید۔ اس رفاقت کا رابطہ ہے حکم ہُوا کہ اسی رابطہ میں مشغول ہو جاؤ۔

یہی ہے مفہوم سورت (واللہ اعلم)

ختم شد جلد اوّل

(حضرت مصنّف ؒ کا دوسری جلد لکھنے کا ارادہ تھا، لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور آپ کا انتقال ہوگیا۔ اس لیے دوسری جلد نہ لکھ سکے، نیز آپ کی خواہش یہ بھی تھی کہ یہ کتاب انگریزی میں بھی طبع ہو جاتے خدا کرے کہ اس کے اسباب پیدا ہو جائیں اور اس کے انگریزی میں طبع ہونے کی کوئی شکل بن جائے۔)　　(ادارہ)

---

[1] حق آیا باطل جاتا رہا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دستِ مُبارک میں ایک چھڑی تھی۔ خانہ کعبہ کے گرداگرد جو بڑے بڑے بت تھے یہ آیت پڑھتے ہُوئے آپ چھڑی کی نوک بُت پہ مارتے تھے اور وہ بُت زمین پر ڈھیر ہو جاتا تھا۔

مانگ

خُدا سے مانگ اور شام و سحر مانگ　　بہ عجز و منّت و با چشمِ تَر مانگ
بوقتِ شام اشکوں کی دُعا کر　　سحر کے وقت تُو آہِ سحر مانگ
نہ تُو اُکتا نہ شرما مانگتا جا　　نہ گھبرا اُس سے بے خوف و خطر مانگ
اُسے تو مانگنا لگتا ہے ـــــ اچّھا　　وہ بِن مانگے بھی دیدے تُو مگر مانگ
مَیں کیا مانگوں اگر تُو مجھ سے پُوچھے　　بڑی نعمت ہے تُو دردِ جگر مانگ
کبھی تُو مانگ اُس سے عشقِ بےخود　　کبھی تُو اُس سے عقلِ معتبر مانگ
کبھی تُو مانگ اُس سے جذب و مستی　　کبھی سرمایہ عِلم و خبر مانگ
کبھی تُو مانگ اُس سے صدقِ و ایثار　　کبھی اُس سے تمیزِ خیر و شر مانگ
تُو اُٹھ کر نیم شب کو چُپکے چُپکے　　دُعائیں مانگ پھر اُن میں اثر مانگ
وہی ہے ایک داتا سب ہیں منگتے　　فقط اللہ سے تُو اے بشر مانگ
وہی ہے چارہ گر بے چارگاں کا　　تُو ہے بے بال و پَر تُو بال و پر مانگ
دُعا کا بیج پہلے بو، ازاں بعد　　تُو دے اشکوں کا پانی، پھر ثمر مانگ
تُو دِل مانگ اس سے جس دِل میں تڑپ ہو　　حقیقت تک جو پہنچے وہ نظر مانگ
اُسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے　　اُسی سے مانگنے کا تُو ہُنر مانگ
یہی تو خدمتِ خلقِ خُدا ہے　　اُدھر راہِ خُدا میں دے، اِدھر مانگ
کبھی تُو مانگنے کو ہاتھ پھیلا　　کبھی چوکھٹ پہ اُس کی رکھ کے سَر مانگ
مِلے وہ حشر کے دن، راضی راضی　　یہی مانگ اِک دُعا اور عمر بھر مانگ

دو عالم اُس نے خود تجھ کو دیے ہیں
امینؔ اُس سے کوئی چیزے دِگر مانگ

جناب سیّد امین گیلانی

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مدظلہم　　(قسط: ۵)

حیلے اور بہانے

بے عمل پیری مریدی کو باعثِ نجات سمجھا جاتا ہے

(۱۳) بہت سے لوگ فرائض و واجبات چھوڑے ہوتے ہیں اور کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہیں اور اس دھوکہ میں ہیں کہ ہم فلاں پیر صاحب کے مرید ہیں، ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور ان کی سفارش سے بخش دیے جائیں گے۔ بے عملی اور بد عملی کا یہ بہانہ جاہلوں میں بہت رواج پائے ہوئے ہے۔

جو پیر و مرشد اہلِ حق ہیں اور واقعی مرشد ہیں وہ تو خود بھی حساب اور عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اور راتوں کو خدا کے خوف سے رو رو کر ڈھیر کر دیتے ہیں اور اپنے مریدوں کو بھی آخرت کی فکر پر ڈالتے ہیں وہاں کے حساب اور عذاب سے ڈراتے ہیں اور بار بار متنبہ کرتے ہیں کہ شریعت پر چلو، لیکن دنیادار پیر جو پیر نہیں ہیں۔ دُنیا کمانے کے لیے پیر بنے ہیں اور دُنیا دار پیروں کے گدی نشین ہیں اُن کو تو بس مال ملنا چاہیے۔ مریدوں میں سالانہ چکر لگا کر بڑے بڑے مال وصول کرکے لاتے ہیں اور مریدوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ ہمیں تمہارا یہ سالانہ نذرانہ دینا ہی تمہاری بخشش کے لیے کافی ہے، اللہ کے بندو! ان پیروں کی جھوٹی باتوں پر آکر ہرگز اپنی آخرت تباہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہوش دیا ہے سمجھ دی ہے۔ آخرت میں یہ حیلہ کام دینے والا نہیں ہے کہ پیر صاحب نے ہم سے یوں کہا تھا اور ہم ان کو ہر سال نذرانہ دیتے رہے تھے۔

اس حیلے کا جواب کہ اللہ کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں

(۱۴) بعض لوگوں نے اپنی بدعملی کے لیے یہ بہانہ تلاش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت اور نماز روزے کی کیا پروا ہے وہ تو بڑا بے نیاز ہے۔

بلاشُبہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس کو کسی کی عبادت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ کسی کی گنہگاری سے اس کا کوئی نقصان ہوتا ہے، وہ تو سب سے بے نیاز ہے اور غنی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی مخلوق اس کی عبادت اور فرمانبرداری سے بے نیاز ہو جائے اللہ تعالیٰ کو کسی کی کوئی حاجت و ضرورت نہیں لیکن کیا آپ کو بھی کوئی نفع اور فائدہ نہیں چاہیے ؟ نیک اعمال پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وعدے فرمائے ہیں ان سچّے وعدوں سے مُنہ پھیر کر آخرت کی نعمتوں سے آپ کیوں بے نیاز ہو رہے ہیں اور گناہ کرنے پر جو عذاب کی وعیدیں ہیں ان سے آپ نڈر ہو کر اپنی بربادی کیوں کر رہے ہیں ؟ کیا آپ کو جنّت نہیں چاہیے ؟ یہ کہہ کر بے عمل ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت سے کوئی فائدہ نہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مریض یوں کہے کہ میں اس وجہ سے دوا نہیں کھاتا کہ حکیم صاحب کو میرے دوا کھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اس احمق کو سب یہی سمجھائیں گے کہ حکیم صاحب کو تیرے دوا کھانے سے فائدہ نہیں تو تجھے تو ہے، دوا نہ کھائے گا تو مرض بڑھے گا اور تو ہلاک ہو گا۔

بھلا یہ بھی کوئی سمجھ داری کا جواب ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو میری عبادت سے کچھ فائدہ نہیں اس لیے میں فرائض اور واجبات کو چھوڑ کر اور گناہ گاری کی زندگی گزار کر اپنے آپ کو دوزخ میں دھکیل رہا ہوں، اللہ سمجھ دے اور آخرت کی فکر دے، آمین

جاہل فقیروں کا یہ کہنا کہ وہ مقامِ فنا تک پہنچ گئے ہیں عمل کی ضرورت نہیں

(۱۵) بعض جاہل فقیر فرائض اور واجبات کا اہتمام نہیں کرتے اور طرح طرح کے گناہوں میں ملوّث رہتے ہیں کبھی یوں کہتے ہیں کہ ہم مقامِ فنا تک پہنچ گئے۔ ہمارا وجود ہی نہیں رہا جس کا وجود ہی نہیں وہ کسی عمل کا پابند نہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ سمندر کو پیشاب کا قطرہ ناپاک نہیں کر سکتا۔

یہ حیلے بہانے ان کو شیطان نے سمجھائے ہیں تاکہ ان کو دوزخ میں دھکیل دے، سب کو معلوم ہے

کہ مخلوق میں حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بڑا اور برتر کوئی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا قُرب سب سے زیادہ آپ کو حاصل ہے۔ پھر بھی آپ عبادت کا خاص اہتمام فرماتے تھے، نبیوں کے بعد حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ ہے، حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کو ہمیشہ آخرت کا فکرمند بنائے رکھتے تھے اور اُن کو گناہ کرنے کی وعیدیں بتاتے تھے اور نیکیوں کے ثواب سے آگاہ فرماتے رہتے تھے ان میں سے تو کسی کو بھی اتنا قرب حاصل نہ ہُوا اور نہ کوئی ریاضت و مجاہدہ کرکے مقامِ فنا کو پہنچا جو عبادت و طاعت سے بے نیاز ہو جاتا اور گناہوں کی کھُلی چھُٹی ہو جاتی، یہ جاہل فقیر جو علم اور عمل دونوں سے خالی ہیں اور گناہوں میں لت پت ہیں اور بہت سے ان میں ایسے ہیں جو کفریہ کلمات کہہ دیتے ہیں۔ یہ کیسے اپنے آپ کو دوزخ، قبر اور حشر کے عذاب سے محفوظ سمجھے ہُوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے شر سے بچائے۔

بعض جاہلوں کا یہ کہنا کہ اصل مقصد اللہ کی یاد ہے ظاہری اعمال کی ضرورت نہیں

(۱۶) بعض جاہل فقیر یہ کہتے ہیں کہ اصل مقصود اللہ کی یاد ہے نماز روزہ کے ظاہری اعمال ان لوگوں کے لیے تجویز کر دیے گئے ہیں جو مرتبہ ذکر تک نہیں پہنچے اور جن کو درجۂ یقین حاصل نہیں ہُوا۔ یہ حیلہ بھی شیطان نے سمجھایا ہے، اللہ کے رسول سرورِ انبیا سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بڑھ کر کوئی بھی صاحبِ یقین نہیں ہے، آپ کو جو یقین حاصل تھا (کہ آسمانوں کی سیر فرمائی اور جنّت و دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، ایسا یقین کسی کو حاصل نہیں، اس کے باوجود آپ عبادت بہت زیادہ کرتے تھے۔ سب سے زیادہ مرتبہ ذکر حاصل ہونے اور سب سے زیادہ یقین ہونے کے باوجود آپ عبادت سے بے نیاز نہیں ہُوئے۔ یہ جاہل جھوٹے صوفی جو سراسر اللہ کی یاد سے غافل ہیں، اپنے کو مرتبۂ ذکر میں پہنچا ہُوا بتا کر کیسے عبادت سے جان چھڑا رہے ہیں؟ یہ جان چھڑانا درحقیقت اپنی جان کو دوزخ میں دیکھنا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور لوگوں کو اُن کے شر سے بچائے۔ آمین

بعض ایسے جاہل فقیر بھی ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم کو وصول ہو گیا، عبادت کی ضرورت نہیں رہی ایسے ہی لوگوں کے بارے میں محققین صوفیا نے فرمایا کہ صَدَقُوْا فِی الْوُصُوْلِ لٰکِنْ اِلٰی جَھَنَّمَ" یعنی ان لوگوں نے یہ جو کہا کہ ہمیں وصول ہو گیا، ان کا یہ کہنا تو ٹھیک ہے کہ پہنچ گئے۔ (وصول پہنچنے کو کہتے ہیں) لیکن اُنھوں نے یہ نہیں سمجھا کہ کہاں پہنچے؟ اللہ تک پہنچنے کے بجائے دوزخ میں پہنچ

گئے، کیا دوزخ میں پہنچنا بھی کوئی محبوب اور مرغوب چیز ہے؟ چند جاہل جو ایسے جاہل فقیروں کے پاس جمع رہتے ہیں۔ ان کو یہ پیر دھوکہ دیتے رہتے ہیں، اور شیطان ان پیروں کو دھوکہ دیتا ہے خود بھی ڈوبے ہیں اور اپنے مریدوں اور پاس کے اُٹھنے بیٹھنے والوں کو بھی ڈبو رہے ہیں۔ اعاذنا اللہ منھم۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ہمیں مولوی کا دین نہیں چاہیے

(۱۷) بہت سے لوگ اپنی بے عملی کے لیے یہ بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ ہم مسلمان تو ہیں، لیکن ہمیں مولوی کا دین نہیں چاہیے۔

اس بہانے کی ضرورت ان لوگوں کو اس لیے پیش آئی کہ حضرات علماء کرام جو احکام و مسائل بتاتے ہیں اور حلال و حرام کی تفصیلات خوب کھول کر بیان کرتے ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کو جاری اور نافذ کرنے کی تاکید فرماتے ہیں ان احکام پر چلنا لوگوں کو ناگوار ہے اور چونکہ مسلمان ہونے کے دعویدار بھی ہیں اور ساتھ ہی احکام اسلامیہ پر عمل کرنے سے نفس گھبراتا ہے، اور یوں کہنے کو بھی تیار نہیں کہ ہم مُسلمان نہیں ہیں۔ اس لیے یہ بہانہ تراشا کہ ہمیں مولوی کا دین نہیں چاہیے۔ خُدانخواستہ مولویوں نے اپنے پاس سے تو دین نہیں بنایا اور اپنے گھر سے مسائل نہیں گھڑ لیے۔ وہ تو جو تفصیلی احکامات بتاتے ہیں قرآن و حدیث سے اخذ کرکے بیان کرتے ہیں۔ جس شخص کو مولوی کا دین نہیں چاہیے اور وہ مُسلمان ہونے کا مدعی بھی ہے۔ وہ خود علم دین سیکھے اور دین کی پوری تفصیلات جانے اور اُن پر عمل کرے، جنھوں نے برس ہا برس خرچ کرکے علم دین حاصل کیا ہے اگر ان پر بھروسہ نہیں تو خود قرآن و حدیث پڑھو اور دینی احکام سیکھو پھر اپنے علم صحیح کے مطابق عمل کرو۔ علم دین بھی نہ پڑھیں اور علماء دین پر بھروسہ بھی نہ کریں، اور جہالت میں پڑے رہیں اور شریعت کی خلاف ورزی کرتے رہیں، اٹکل پچو اُلٹی سیدھی باتیں کرتے رہیں اور یوں کہیں کہ مولویوں کا دین نہیں چاہیے، یہ تو سراسر بربادی کا راستہ ہے، اگر مولویوں کا دین نہیں چاہیے تو کیا شیطان کی راہ پر چلیں گے یا یہود و نصارٰی کے طریقوں کو اختیار کرکے ہلاکت میں پڑیں گے؟ خود غور کریں کہ کیا یہ حیلے بہانے آخرت میں کام دے سکتے ہیں؟ شریعت کی خلاف ورزی کرنے پر جو آخرت میں پکڑ ہوگی تو کیا یہ جواب کام دے گا کہ نہ ہم علمِ دین حاصل کرنے پر آمادہ تھے اور نہ مولویوں پر بھروسہ کرتے تھے۔

(قسط:۲)

شخصیات

"فقیہ العراق"

حضرت حمّاد بن ابی سُلیمان کوفی

اُستاذ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

امام حماد رح کا حلقۂ درس

حضرت ابراہیم نخعی رح کی وفات کے بعد امام حماد رح آپ کے جانشین بنے اور آپ کی مَسندِ درس کو سنبھالا۔ عقیلی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ

"حضرت ابراہیم نخعی رح کی وفات کے بعد کوفہ کے پانچ اشخاص نے مل کر چالیس ہزار روپے جمع کیے، ان میں عمرو بن قیس بھی تھے اور یہ رقم لے کر حَکَمْ بن عُتَیْبَہ کے پاس آئے کہ آپ ہماری جماعت کی سرپرستی فرمائیں اور یہ رقم اپنے پاس رکھیں (غالباً اس رقم سے اہلِ علم کی ضروریات کا تکفل پیشِ نظر ہوگا) اُنھوں نے انکار کر دیا، یہ لوگ پھر حضرت حماد رح کی خدمت میں پہنچے اور وہی گزارش کی آپ نے اس خدمت کو قبول کر لیا۔"[۱]

امام حماد رح نے جب حدیث و فقہ کی تعلیم دینی شروع کی تو آپ کے حلقۂ درس میں جوق در جوق تشنگانِ علم آکر شریک ہونے لگے اور آپ کی ذات مرجع العلماء بن گئی۔

یوسف بن تغری الاتابکی (م ۸۷۴ھ) لکھتے ہیں "وھو اول من حلق حلقۃ للاشتغال"[۲] حماد بن ابی سلیمان رح پہلے شخص ہیں جنھوں نے علمی اشتغال کے لیے حلقۂ درس قائم کیا۔

---

۱ کتاب الضعفاء للعقیلی ۲ النجوم الزاھرۃ ج ۱ ص ۳۶۵

کہتے ہیں کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور استاذ اپنے شاگردوں سے اس مقولے کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم آپ کے شاگردوں کو دیکھتے ہیں تو اُن میں سے ہر فرد علم کا پہاڑ نظر آتا ہے۔ ایک نظر آپ بھی شاگردوں پر ڈال لیجیے۔ علّامہ مِزّیؒ نے آپ کے چند شاگردوں کے درج ذیل نام ذکر کیے ہیں۔

۱۔ آپ کے صاحبزادے اسماعیل۔ ۲۔ جریر بن ایوب بجلی۔ ۳۔ حلب کے قاضی حفص بن عمر۔ ۴۔ شیخ الکوفۃ حَکَمؒ بن عُتَیبہ۔ ۵۔ حماد بن سلمہ بصری۔ ۶۔ شیخ حمزہ الزیات۔ ۷۔ زید بن ابی اُنیسہ۔ ۸۔ ابوغیلان سعد بن طالب الشیبانی ۹۔ سید الحفاظ امام سفیان ثوری الکوفی ۱۰۔ سلمہ بن صالح جعفی۔ ۱۱۔ شیخ الاسلام سلیمان بن مہران اعمش کوفی۔ ۱۲۔ امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج بصری۔ ۱۳۔ عاصم بن سلیمان الاحول بصری۔ ۱۴۔ عبد الاعلیٰ بن ابی المساور ۱۵۔ عبد الملک بن عثمان ثقفی۔ ۱۶۔ عُبَید بن ابی اُمیہ۔ ۱۷۔ عثمان بن عبد الرحمٰن وقّاصی۔ ۱۸۔ ابوبُردہ عمرو بن یزید الکوفی۔ ۱۹۔ کعب بصری۔ ۲۰۔ محمد بن ابان جعفی۔ ۲۱۔ محمد بن مرّہ۔ ۲۲۔ مسعر بن کدام الکوفی۔ ۲۳۔ مغیرہ بن مِقسَم الضبی الکوفی۔ ۲۴۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی۔ ۲۵۔ ہشام دستوائی البصری۔ ۲۶۔ ابواسحاق الشیبانی التابعی الکوفی۔ ۲۷۔ امام ابوبکر نہشلی الکوفی۔ ۲۸۔ ابوہاشم الرمانی رحمہم اللہ۔[1]

امام ابوحنیفہؒ حضرت حمادؒ کے حلقۂ درس میں

حضرت حمادؒ سے سب سے زیادہ استفادہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کیا ہے، آپ فرماتے ہیں۔ "میں حضرت حمادؒ کی خدمت میں اٹھارہ برس رہا ہوں"[2]۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا امام حمادؒ کے حلقۂ درس میں کس طرح جانا ہُوا۔ اس کے متعلق حضرت امام صاحبؒ کے شاگرد امام زفر بن ہذیلؒ فرماتے ہیں میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ

> "پہلے میری توجہ (فرقِ باطلہ کی تردید کی وجہ سے) علمِ کلام کی طرف زیادہ تھی اور میں علمِ کلام میں اس درجے پر پہنچ گیا تھا کہ لوگ انگلیوں سے میری طرف اشارے کرنے لگے تھے، ہم لوگ حضرت حمادؒ کے حلقۂ درس کے قریب ہی بیٹھا کرتے

---

[1] تہذیب الکمال ج ۷، صفحہ ۲۷۰

[2] مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق ص ۵۲

مجھے ایک دفعہ ایسا ہُوا کہ میرے پاس ایک عورت آکر کہنے لگی کہ ایک شخص کی ایک بیوی ہے جو باندی ہے وہ اُسے طلاقِ سُنّی[1] دینا چاہتا ہے ، وہ اسے کتنی طلاقیں دے ؟ مَیں نے اس سے کہا کہ حضرت حمّادؒ سے جاکر پُوچھ لو اور وہ جو جواب دیں مجھے بھی بتلاتی جانا. اس نے حضرت حمّادؒ کے پاس جاکر مسئلہ پُوچھا، آپ نے فرمایا: وہ اُسے زمانۂ طہر میں کہ جس میں صُحبت بھی نہ کی ہو ایک طلاق دے دے اور اُسے چھوڑ دے کہ وہ دو حیض عدت کے گزار لے جب وہ دو حیض گزار کر نہالے گی تو اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور دوسرے کے لیے حلال ہوجائے گی۔ اس عورت نے واپس جاتے ہُوئے۔ حضرت امام صاحبؒ کو مسئلہ بتلایا امام صاحبؒ فرماتے ہیں مَیں نے جی میں کہا کہ مجھے علمِ کلام کی ضرورت نہیں ہے مَیں نے جوتی اُٹھائی اور حضرت حمّادؒ کے حلقۂ درس میں جا بیٹھا۔ پھر یہ معمول ہوگیا کہ جو مسائل آپ بیان فرماتے مَیں وہ سُن کر یاد کرلیتا اور دوسرے دن دوہرا دیتا۔ (جب حضرت حمّادؒ سُنتے تو) مجھے مسائل یاد ہوتے اور دوسرے ساتھیوں کو یاد نہ ہوتے، وہ مسائل بتلانے میں غلطی کرتے ۔ حضرت حمّادؒ نے فرمایا۔ میرے سامنے سب سے آگے ابوحنیفہ بیٹھا کریں اور کوئی نہ بیٹھے، الغرض پورے دس سال میں آپ کی صُحبت میں رہا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں امام حمّادؒ سے الگ ہوکر اپنے حلقے میں بیٹھوں، ایک دن میں نکلا دل میں پکا ارادہ کرلیا کہ اپنا حلقہ الگ قائم کروں گا ، لیکن جب میں مسجد میں داخل ہُوا اور امام حمّادؒ کو دیکھا تو اُنھیں چھوڑنے کو جی نہ مانا مَیں آگے بڑھا اور آپ کے حلقے میں جا بیٹھا۔ اتفاقاً ایسی صورت پیش آئی کہ اسی رات بصرے میں آپ کے کسی عزیز کے فوت ہوجانے کی خبر آگئی جس کا حضرت حمّادؒ کے سوا کوئی وارث نہیں تھا ۔ حضرت حمّادؒ نے مجھ سے کہا کہ تم میری جگہ بیٹھو، جب آپ چلے گئے تو میرے پاس ایسے مسائل آنے لگے جو مَیں نے آپ سے نہیں سُنے تھے مَیں اُن مسائل کا جواب دیتا اور اپنے پاس جواب لکھتا رہا۔ حضرت حمّادؒ دو ماہ بعد واپس آئے تو

---

[1] طلاقِ بدعی کے مقابل ہونے کی وجہ سے اسے طلاقِ سُنّی کہا جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو طلاق سُنّت کے مطابق ہی دی جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو بھی طلاق نہیں دی۔

مَیں نے آپ کو وہ مسائل دکھلائے جو ساٹھ کے قریب تھے، آپ نے چالیس مسائل میں میری موافقت فرمائی اور بیس میں مخالفت یہ صُورتِ حال دیکھ کر مَیں نے فیصلہ کرلیا کہ میں آپ کی وفات تک آپ سے جُدا نہیں ہوگا، چنانچہ جب تک آپ فوت نہ ہوگئے میں آپ سے جُدا نہیں ہُوا۔ امام عجلیؒ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا مَیں اٹھارہ برس امام حمادؒ کی صحبت میں رہا[1]

"ایک دوسری روایت میں امام صاحب فرماتے ہَیں کہ مَیں حماد بن ابی سلیمانؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ انتہائی باوقار، بردبار شیخ ہَیں جو بات کو سمجھتے بھی ہیں اور سمجھاتے بھی ہَیں مَیں نے آپ کے حلقۂ درس کو لازم پکڑلیا، مَیں نے آپ کے پاس تمام وہ علوم مسائل پائے جن کی مجھے ضرورت تھی۔ ایک دِن امام حمادؒ مجھ سے کہنے لگے: ابو حنیفہ تم نے تو مجھے خالی کر دیا"[2]

حضرت امام صاحبؒ کے اس فرمان سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ امام حمادؒ کی خدمت میں اٹھارہ برس رہے ہَیں اس طویل عرصے میں آپ نے امام حمادؒ سے علمِ حدیث بھی حاصل کیا اور علمِ فقہ بھی، چونکہ آپ پر استاذ کی خصوصی توجہ تھی۔ اس لیے آپ اپنے سب ہم درسوں پر سبقت لے گئے تھے، حسن بن زیادؒ فرماتے ہیں۔

"کَانَ ابوحنیفۃ یَرْوِیْ اربعۃ آلافِ حدیثٍ اَلْفَیْنِ لِحمادٍ وَ اَلْفَیْنِ لسائر المشیخۃ"[3]

حضرت امام ابوحنیفہؒ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے جن میں سے دو ہزار حضرت حمادؒ کی تھیں اور دو ہزار باقی تمام مشائخ کی،

امام حمادؒ نے حضرت امام صاحبؒ کو طریقِ استنباط کے ساتھ ساتھ مخالف کو ساکت کرنے کے اُصول بھی سکھائے تھے۔ (کیونکہ اس دَور میں نئے نئے فرقے جنم لے رہے تھے اور اُن سے عقلی انداز میں گفتگو کرنا ضروری تھا) یہ اُصول ایسے تھے جن سے حضرت امام صاحبؒ ہمیشہ فریقِ مخالف پر حاوی رہتے تھے اور

---

[1] مناقب ابی حنیفۃ للامام الموفق ص ۵۱-۵۲

[2] ایضًا ص ۵۸

[3] مناقب ابی حنیفۃ للامام الموفق ص۸۵

کبھی بھی آپ کو لاجواب نہیں ہونا پڑتا تھا، ایک زرّیں اُصول قارئین کی دلچسپی کے لیے نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔

"انه كان يقول: اذا سئلتَ عن معضلةٍ فاقلبها سؤالاً على سائلك عنها حتى تخلص من مسألته لك، فدس الىّ رجل فقعدلى على الباب وانا عند ابن هبيرة وقد اُمر بى الى السجن فسعى الرجل الى السجن فقال يا ابا حنيفة يحل للرجل اذا امره السلطان الاعظم ان يقتل رجلا ان يقتله؟ قال قلت له: وكان الرجل ممن وجب عليه القتل؟ قال نعم قلتُ فاقتله: قال فان لم يكن ممن وجب عليه القتل؟ قال قلت: ان السلطان الاعظم لا يأمر بقتل من لا يستحق القتل" [1]

امام حمادؒ فرمایا کرتے تھے کہ "جب تم سے کوئی مشکل اور پیچیدہ بات پوچھی جائے تو اُلٹا تم سائل سے اس کے متعلّق سوال کر دو تاکہ تم اس کے سوال سے خلاصی پاؤ" (امام صاحبؒ فرماتے ہیں ایک دفعہ ایسا ہُوا کہ ایک شخص نے میرے ساتھ سازش کی اور مجھ سے ملنے کے لیے دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں اس وقت ابن ہبیرہ (گورنر کوفہ) کے پاس تھا اور میرے بارے میں جیل جانے کا حکم دیا جا چکا تھا، وہ شخص کوشش کر کے جیل تک پہنچا اور مجھ سے پُوچھنے لگا: اے ابوحنیفہؒ اگر بادشاہ کسی کو حکم دے کہ فلاں کو قتل کر دو تو کیا اُس کا اِس شخص کو قتل کرنا جائز ہوگا؟ امام صاحبؒ فرماتے ہیں میں نے اس سے کہا کہ کیا وہ شخص اُن افراد میں سے ہے جن کا قتل کیا جانا واجب ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں: میں نے کہا کہ پھر اُسے قتل کر دو، وہ بولا کہ اگر وہ اُن افراد میں سے نہ ہو جن کا قتل کیا جانا واجب ہے تو پھر؟ امام صاحبؒ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ سلطانِ اعظم کسی ایسے شخص کے قتل کا حکم نہیں دے سکتے جو مستحق قتل نہ ہو، (اس پر

---

[1] اخبار ابی حنیفة واصحابه للصیمری ص۱۹

وہ لاجواب ہوگیا)

الغرض حضرت امام صاحبؒ، امام حمادؒ کی خدمت میں رہ کر علوم بھی حاصل کرتے رہے، اور دل وجان سے استاذ کی خدمت بھی کرتے رہے، آپ نے اپنے استاذ کی ایسی بے مثال خدمت کی کہ موجودہ دَور میں اس کا تصوّر بھی مشکل ہے۔

امام حمادؒ کی ہمشیرہ عاتکہؒ فرماتی ہیں کہ

"ابو حنیفہؒ ہمارے دروازے پر ہماری روئی دھنتے تھے اور ہمارے لیے دُودھ اور سبزی وغیرہ لاتے تھے۔"[1]

یاد رہے کہ حضرت امام صاحبؒ اپنے دَور کے متمول خاندان کے فرد تھے، تجارت کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ خوش خوراک وخوش لباس بھی تھے، بایں ہمہ استاذ کی ایسی خدمت انجام دینا یہ آپ ہی کے بس کی بات تھی۔ اس دَور میں تو شاید کوئی اس کا تصوّر بھی نہ کر سکے۔

حضرت امام صاحبؒ کی امام حمادؒ سے عقیدت ومحبّت اور ادب واحترام

حضرت امام صاحبؒ کو امام حمادؒ سے انتہائی محبّت ہوگئی تھی جو ایک فطری عمل تھا۔ آپ اپنے استاذ سے محبّت کے ساتھ ساتھ آپ کا انتہائی اَدب واحترام بھی فرماتے تھے۔

عقیدت ومحبّت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادے کا نام استاذِ محترم کے نام پر "حماد" رکھا تھا، نیز امام صاحب فرماتے ہیں۔

"جب سے حضرت حمادؒ کی وفات ہوئی ہے مَیں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی کہ اپنے والدین کے ساتھ اپنے اساتذہ اور حضرت حمادؒ کے لیے دُعاءِ مغفرت نہ کی ہو۔"[2]

استاذ کے اَدب واحترام کا اس سے اندازہ لگائیے کہ حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔

"مَا مَدَدْتُ رِجْلَیَّ نحو سکۃ حمادٍ قط وکان بینھما مقدار سبع

---

[1] طبقات المحدثین باصبہان ج ۱ ص ۳۳۳ [2] مناقب ابی حنیفۃ للامام الکردری ص ۲۷۵

مَیں نے حضرت حمادؒ (کے گھر) کی گلی کی طرف بھی کبھی پاؤں نہیں پھیلائے، حالانکہ دونوں کے درمیان سات گلیوں کا فاصلہ تھا۔[1]

حضرت امام صاحبؒ کی اپنے اُستاذ حضرت حمادؒ کے ساتھ عقیدت و محبّت اور اَدب و احترام ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے استاذ کو بھی آپ سے اِسی قدر محبّت ہوگئی تھی، وہ آپ کی عظمت کے بھی قائل تھے، اور آپ کی دید کے بھی مشتاق رہتے تھے، جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتے تھے چین نہیں پڑتا تھا۔

علّامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ امام صاحبؒ کے والد بزرگوار نے امام حمادؒ سے ایک مسئلہ دریافت کیا، امام حمادؒ نے جواب دیا، امام صاحبؒ نے جواب پر ایک سوال کر دیا، بات لمبی ہوگئی امام حمادؒ خاموش ہوگئے، امام صاحبؒ جب مجلس سے رُخصت ہوئے تو امام حمادؒ نے فرمایا" هٰذ مَعَ فِقهِهٖ يُحۡيِي اللَّيۡلَ " یہ صرف فقیہ نہیں بلکہ شب زندہ دار بھی ہیں"۔[2]

امام حمادؒ کے صاحبزادے اسماعیلؒ فرماتے ہیں۔

"ایک بار والد صاحب (امام حمادؒ) سفر میں تشریف لے گئے اور کچھ دن باہر رہے واپسی پر مَیں نے پُوچھا: اَبّا جان آپ کو سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا؟ فرمایا ابوحنیفہ کے دیکھنے کا" لو امکننی ان لا ارفع طرفی عنه فعلتُ" اگر یہ ممکن ہوسکتا کہ میں کبھی نگاہ اُن کے چہرے سے نہ اُٹھاؤں تو یہی کرتا"۔[3]

حضرت امام صاحبؒ کی اسی عقیدت و محبّت اور خدمت گزاری کا نتیجہ ہے کہ آج آپ کا نام دُنیا میں دوپہر کے سُورج کی طرح روشن ہے اور پُوری دُنیا کے دو تہائی مُسلمان آپ کی فقہ پر عمل پیرا اور آپ کے مقلد ہیں، سچ ہے ؎ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شُد

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للامام الکردری ص۲۷۵

[2] الانتقاء ص۷۲ بحوالہ امام اعظم اور علم حدیث ص۱۷۸

[3] اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ للصیمری ص۶

حضرت حمادؒ کا جود و سخا

پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ امام حمادؒ کوفہ کے روساءِ عظام میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولتِ دین کے ساتھ ساتھ دولتِ دُنیا سے بھی نوازا تھا، دِل کے سخی تھے اور دِل کھول کر سخاوت کیا کرتے تھے، آپ کے اندازِ سخاوت سے یُوں محسوس ہوتا ہے گویا آپ کی نگاہ میں دولتِ دُنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ آپ کی دریادلی کا نتیجہ تھا کہ عوام ہوں یا عُلما سب آپ سے محبّت کرتے تھے۔ تاریخ نے آپ کی سخاوت کے بہت سے واقعات محفوظ رکھے ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) "حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حماد بن ابی سلیمانؒ سے ہمیشہ محبّت رہی اس وجہ سے کہ مجھے ان کا ایک واقعہ معلوم ہُوا تھا اور وہ یہ تھا کہ وہ ایک دن گدھے پر سوار جا رہے تھے، اس کے ایڑ ماری وہ جو زور سے دوڑا تو اس کے جھٹکے سے حضرت حمادؒ کے کرتے کی گھنڈی ٹُوٹ گئی، راستے میں ایک درزی کی دُکان نظر پڑی اس کو سلوانے کے لیے اُترنے لگے، درزی نے کہا، اُترنے کی ضرورت نہیں معمولی کام ہے میں ابھی لگائے دیتا ہوں، درزی نے کھڑے ہوکر وہ گھنڈی کرتے میں سی دی، حضرت حمادؒ نے اس کی اُجرت میں ایک تھیلی دی جس میں دس اشرفیاں تھیں اور معاوضے کی کمی کی معذرت کی اور قسم اُٹھاکر کہا کہ اس وقت میرے پاس اور کچھ نہیں ہے"[1]

(۲) محمدؒ بن صبیحؒ کہتے ہیں کہ جب ابوالزِّنادؒ صدقات کی وصولی کے لیے کوفہ آئے تو ایک شخص نے حضرت حمادؒ سے کہا کہ آپ فلاں شخص کے بارے میں ابوالزِّنادؒ سے بات کرکے اس کو اس کے پاس کسی کام کے لیے ملازم رکھوا دیں، حضرت حمادؒ نے فرمایا کہ تمہارے اس ساتھی کو ابوالزِّنادؒ سے کتنی رقم ملنے کی توقع ہے اس نے کہا کہ ہزار روپے، آپ نے فرمایا میں اُسے پانچ ہزار روپے دے دیتا ہوں، لیکن میں اس کام کے لیے اپنے آپ کو صرف نہیں کرسکتا۔ وہ شخص بولا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ یہ رقم تو اس کی

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق ص۲۹ احیاء العلوم عربی ج ۳ ص۲۵۱

توقع سے کہیں بڑھ کر ہے"۔[۱]

(۳) صَلْتْ بن بِسطام تمیمیؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا حماد بن ابی سلیمانؒ میرے پاس ملاقات کے لیے آتے سارا دن میرے پاس ٹھہرتے اور کچھ بھی نہ کھاتے پیتے، لیکن جب جانے لگتے تو فرماتے تکیہ کے نیچے جو چیز ہے وہ لے لیجیے اور بچوں سے کہیے کہ وہ اسے کام میں لائیں۔ بِسطام کہتے ہیں (حضرت حمادؒ تو یہ کہہ کر چلے جاتے) میں جب تکیے کے نیچے دیکھتا تو وہاں سے ڈھیروں درہم نکلتے"۔[۲]

(۴) "صلت بن بسطامؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ رمضان المبارک کے مہینے میں ہر روز پچاس آدمیوں کا روزہ کھلواتے تھے اور عید کی رات ہر ایک کو کپڑے دیتے تھے"[۳] اور ساتھ میں سو سو روپے بھی دیتے تھے۔[۴]

(۵) علامہ ذہبی شافعی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں

"بلغنا ان حماداً کان ذا دُنیاً متسعةً وانه کان یفطّر فی شهر رمضان خمس مئة انسان وانه کان یعطیهم بعد العید لکل واحد مئة درهم"[۵]

ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت حماد بڑے مالدار تھے، رمضان المبارک میں پانچسو آدمیوں کا روزہ افطار کرواتے تھے اور عید کے بعد ہر ایک کو سو سو درہم دیتے تھے،

حضرت حمادؒ کی اس جود و سخا کا بڑے بڑے حضرات کو اعتراف تھا، چنانچہ مشہور صوفی بزرگ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ (م ۱۶۵ھ) فرماتے ہیں۔

"کان حماد بن ابی سلیمان سخیا علی الطعام جواداً بالدنانیر والدراهم"[۶]

حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ کھلانے پلانے کے معاملے میں بڑے سخی تھے اور درہم و

---

[۱] تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۷۸ [۲] اخبار اصفہان ج ۱ ص ۲۸۹ [۳] اخبار اصفہان ج ۱ ص ۲۹۰

[۴] مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق ص ۴۷ [۵] سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۲۳۴ [۶] اخبار اصفہان ج ۱ ص ۲۹۰۔

دینار کی بڑی سخاوت کرتے تھے۔

حضرت اسحاق بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے صاحبزادے حمادؒ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔

"لم یکن بالکوفۃ اسخیٰ علی طعام و مالٍ من حماد بن ابی سلیمان"[1]

کوفے کے اندر کھلانے پلانے اور مال کی سخاوت کرنے میں حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہُوا۔

حلم و وقار

حضرت حمادؒ نے جب سے اپنے حلقۂ درس میں فقہاء کا انداز اپنایا اور "ایمان" کے بارے میں فقہاء محدثین کا موقف اختیار کیا اس وقت سے بعض محدثین ان پر تعریض کرنے لگے، حضرت حمادؒ کے سامنے جب کوئی کسی محدّث کی بات نقل کرتا تو آپ جوش میں آنے کے بجائے بڑے صبر و تحمّل سے جواب دیتے، چنانچہ

"حضرت معمرؒ کہتے ہیں کہ ہم جب ابو اسحاق کے پاس آتے تو وہ ہم سے پُوچھتے کہاں سے آرہے ہو؟ ہم کہتے حماد کے پاس سے وہ کہتے ما قال لکم اخو المرجئۃ؟ مرجئہ کے بھائی نے تم سے کیا کہا؟ پھر جب حماد کے پاس جاتے تو وہ ہم سے پُوچھتے کہ کہاں سے آرہے ہو؟ ہم کہتے ابو اسحاق کے پاس سے، حمادؒ فرماتے کہ شیخ (ابو اسحٰق) کو لازم پکڑ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے، لیکن ہُوا ایسے کہ حماد ان سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔"[2]

حضرت حمادؒ کا خوف و خشیت

مالک بن اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو جو کہ حماد بن ابی سلیمانؒ کے صاحبزادے اسماعیلؒ

---

[1] تہذیب الکمال ج ۵ ص ۲۷۸

[2] سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۲۳۳

کی بیٹی تھیں ــــ یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ

"ربما رأيت المصحف في حجر جدي حماد بن ابي سليمان و د موعه في الورق" [1]

اکثر ایسا ہوتا کہ میں اپنے دادا حماد بن ابی سلیمان کی گود میں قرآن رکھا ہوا دیکھتی اور آپ کے آنسو قرآن کے ورقوں پر گر رہے ہوتے۔

حضرت حمادؒ محدّثین کی نظر میں

"اسماء الرجال کی کتابوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حماد علیہ الرحمۃ کی بڑے بڑے محدّثین و فقہاء نے تعریف و توثیق کی ہے۔

۱۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اُن سے جب یہ سوال ہوا کہ جن فقہاء کو آپ نے دیکھا ہے، اُن میں سب سے بڑے فقیہ کون ہیں ؟ تو آپ نے فرمایا

"ما رأيت افقه من حماد" [2]

حضرت حمادؒ سے بڑا کوئی فقیہ مَیں نے نہیں دیکھا

حضرت امام صاحبؒ حضرت حمادؒ کو امام زہریؒ سے بھی بڑا فقیہ جانتے تھے چنانچہ مسئلہ رفع یدین پر جب آپ کی امام اوزاعیؒ سے بات چیت ہوئی تھی تو آپ نے حضرت حمادؒ کو امام زہریؒ کے مقابلے میں پیش کیا تھا اور امام اوزاعیؒ نے اس کی تردید نہیں کی تھی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلچسپ مناظرہ نذرِ قارئین کیا جائے، ملاحظہ فرمایئے :

"حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مکّہ مکرّمہ میں دار الحناطین میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام اوزاعیؒ ایک دوسرے سے ملے، امام اوزاعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے کہا کہ آپ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ نماز میں رکوع میں جاتے اور رکوع

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۶ ص۳۳۳

[2] مناقب ابی حنیفۃ للامام الموفق ص۴۸

سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے؟ امام ابوحنیفہ رحؒ نے فرمایا: اس سبب سے کہ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی صحیح حدیث (جو سالم عن الاضطراب والمعارضۃ ہو) نہیں ملی، امام اوزاعی رحؒ نے کہا کہ صحیح حدیث کیوں نہیں ہے۔ البتہ حدیث بیان کی مجھ سے زہری رحؒ نے اُنھوں نے سالم رحؒ سے روایت کی اُنھوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت کی اُنھوں نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہا کہ آپ رفع یدین کرتے جب نماز شروع فرماتے اور رکوع میں جاتے اور اُس سے اُٹھنے کے وقت امام ابوحنیفہ رحؒ نے اُن سے کہا کہ حدیث بیان کی، ہم سے حماد رحؒ نے اُنھوں نے روایت کی ابراہیم رحؒ سے اُنھوں نے روایت کی علقمہ اور اسود سے اُنھوں نے عبداللہ بن مسعود رضؓ سے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم رفع یدین نہیں کرتے تھے، مگر نماز کے شروع میں (تکبیرِ تحریمہ کے وقت) پھر کسی اور جگہ نہیں کرتے تھے، اس پر اوزاعی رحؒ کہنے لگے کہ مَیں آپ کو حدیث بیان کر رہا ہُوں زہری رحؒ سے وہ سالم رحؒ سے اور وہ اپنے والد سے (اس سے امام اوزاعی کا مقصد عُلُوِّ سند کی وجہ سے حدیث کو ترجیح دینا تھا کیونکہ ان کی سند میں تین راوی ہیں) اور آپ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھ سے حماد رحؒ نے اور اُنھوں نے روایت کی ابراہیم رحؒ سے (گویا امام اوزاعی رحؒ کی نظر میں یہ سند عالی نہیں تھی کیونکہ اس میں چار راوی ہیں) امام ابوحنیفہ رحؒ نے اُن سے کہا کہ حماد رحؒ زہری رحؒ سے بڑے فقیہ ہیں اور ابراہیم رحؒ، سالم رحؒ سے بڑے فقیہ ہیں اور علقمہ رحؒ فقہ میں حضرت ابن عمر رضؓ سے کچھ کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمر رضؓ کو شرفِ صحابیت حاصل ہے اور اسود رضؓ کو بہت کچھ فضیلت حاصل ہے پھر عبداللہ بن مسعود رضؓ تو عبداللہ بن مسعود رضؓ ہی ہیں اس پر اوزاعی رحؒ خاموش ہوگئے۔[1]

(حضرت امام ابوحنیفہ رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ حدیث کو ترجیح عُلُوِّ سند سے نہیں، فقاہتِ راوی سے حاصل ہوتی ہے اور آپ کی سند میں چونکہ تمام کے تمام راوی فقہاء ہیں اس لیے آپ کی روایت کو ترجیح حاصل ہونی چاہیے نہ کہ امام اوزاعی رحؒ کی روایت کو)

---

[1] مسند الامام الاعظم مع حاشیہ تنسیق النظام ص ۵۰

سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے ؟ امام ابو حنیفہ رحؒ نے فرمایا : اس سبب سے کہ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث (جو سالم عن الاضطراب والمعارضۃ ہو) نہیں ملی ، امام اوزاعی رحؒ نے کہا کہ صحیح حدیث کیوں نہیں ہے۔ البتہ حدیث بیان کی مجھ سے زہری رحؒ نے اُنھوں نے سالم رحؒ سے روایت کی اُنھوں نے اپنے والد عبد اللہ بن عمر رضؓ سے روایت کی اُنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ رفع یدین کرتے جب نماز شروع فرماتے اور رکوع میں جاتے اور اُس سے اُٹھنے کے وقت امام ابو حنیفہ رحؒ نے اُن سے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے حماد رحؒ نے اُنھوں نے روایت کی ابراہیم رحؒ سے اُنھوں نے روایت کی علقمہ اور اسود سے اُنھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے ، مگر نماز کے شروع میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر کسی اور جگہ نہیں کرتے تھے ، اس پر اوزاعی رحؒ کہنے لگے کہ مَیں آپ کو حدیث بیان کر رہا ہوں زہری رحؒ سے وہ سالم رحؒ سے اور وہ اپنے والد سے (اس سے امام اوزاعی کا مقصد عُلُوِّ سند کی وجہ سے حدیث کو ترجیح دینا تھا کیونکہ ان کی سند میں تین راوی ہیں) اور آپ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھ سے حماد رحؒ نے اور اُنھوں نے روایت کی ابراہیم رحؒ سے (گویا امام اوزاعی رحؒ کی نظر میں یہ سند عالی نہیں تھی کیونکہ اس میں چار راوی ہیں) امام ابو حنیفہ رحؒ نے اُن سے کہا کہ حماد رحؒ زہری رحؒ سے بڑے فقیہ ہیں اور ابراہیم رحؒ ، سالم رحؒ سے بڑے فقیہ ہیں اور علقمہ رحؒ فقہ میں حضرت ابن عمر رضؓ سے کچھ کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمر رضؓ کو شرف صحابیت حاصل ہے اور اسود رضؓ کو بہت کچھ فضیلت حاصل ہے پھر عبد اللہ بن مسعود رضؓ تو عبد اللہ بن مسعود رضؓ ہی ہیں اس پر اوزاعی رحؒ خاموش ہو گئے[1] (حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ حدیث کو ترجیح عُلُوِّ سند سے نہیں ، فقاہتِ راوی سے حاصل ہوتی ہے اور آپ کی سند میں چونکہ تمام کے تمام راوی فقہاء ہیں اس لیے آپ کی روایت کو ترجیح حاصل ہونی چاہیے نہ کہ امام اوزاعی رحؒ کی روایت کو)

---

[1] مسند الامام الاعظم مع حاشیہ تنسیق النظام ص۵۰

۲۔ ابو اسحاق شیبانی رحؒ فرماتے ہیں۔

"ما رأیتُ احدًا افقه من حمادٍ قیل : ولا الشعبی ؟ قال ولا الشعبی" [۱]

مَیں نے کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو حماد رحؒ سے بڑا فقیہ ہو، آپ سے سوال ہُوا کہ شعبی رحؒ بھی آپ سے بڑے فقیہ نہیں ہیں۔ فرمایا شعبی رحؒ بھی نہیں ہیں،

۳۔ سفیان بن عیینہ رحؒ حضرت معمر رحؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے

"لم اَرَ مِنْ هٰؤلاء افقه من الزهری وحماد وقتادة" [۲]

مَیں نے زہری، حماد اور قتادہ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

۴۔ عبدالرزاق رحؒ حضرت معمر رحؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

"ما رأیت مثلَ حماد" [۳] مَیں نے حماد رحؒ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا

۵۔ سفیان بن عیینہ رحؒ فرماتے ہیں۔

"ما کان بالکوفة مثلُ الحکم وحماد" [۴]

کوفہ میں حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان جیسا کوئی شخص نہیں ہُوا۔

۶۔ ابن عابس رحؒ کہتے ہیں۔

"سمعت حماد بن سلمة یقول : کان مفتی الکوفة والمنظور الیه فی الفقه بعد موت ابراهیم النخعی حماد بن ابی سلیمان" [۵]

مَیں نے حماد بن سلمہ رحؒ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ حضرت ابراہیم نخعی رحؒ کی وفات کے بعد کوفہ کے مفتی اور وہ شخص جن کی طرف فقہ میں نظر اُٹھتی تھی وہ حماد بن ابی سلیمان تھے

۷۔ ابن مبارک رحؒ فرماتے ہیں۔

"سمعت داود الطائی یقول : کان مفتی الناس بالکوفة حماد بن ابی سلیمان" [۶]

مَیں نے حضرت داود طائی رحؒ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ کوفہ میں لوگوں کے مفتی حضرت

---

[۱] تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۷۴ [۲] تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۷۵ [۳] تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۷۵

[۴] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱۱ [۵] اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصیمری ص ۷ [۶] ایضًا ص ۷

حماد رح بن ابی سلیمان رح تھے۔

۸۔ حضرت بقیہ رح فرماتے ہیں

"قلت لشعبة : حماد بن ابی سلیمان ؟ فقال کان صدوق اللسان"[1]

مَیں نے امام شعبہ رح سے حماد بن ابی سلیمان رح کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ وہ صدوق اللسان ہیں یعنی انتہائی سچی زبان والے۔

۹۔ یحیی بن مَعین فرماتے ہیں

"سمعت یحیی بن سعید یقول حماد احبّ الیّ من مغیرة"[2]

مَیں نے یحیی بن سعید القطان رح کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھے حماد مغیرہ (بن مقسم) سے زیادہ محبوب ہیں (یاد رہے کہ مغیرہ بن مقسم صحاحِ ستہ کے راوی ہیں)

۱۰ اسحاق بن منصور رح یحیٰی بن معین رح سے نقل کرتے ہیں

"سئل عن مغیرة وحماد ایُّھما اثبت ؟ قال حماد و قال: حماد ثقة"[3] کہ اُن سے سوال ہوا کہ مغیرہ بن مقسم رح اور حماد رح میں سے کون اَثبَت فرمایا: حماد، نیز فرمایا کہ حماد ثقہ ہیں۔

۱۱۔ یحیی بن مَعین رح سے مروی ہے کہ وہ حماد بن ابی سلیمان رح کو ابو معشر (زیاد بن کلیب) پر مقدم رکھتے تھے[4] (یاد رہے کہ ابو معشر رح مسلم شریف کے راوی ہیں)

۱۲۔ امام عِجلی رح فرماتے ہیں: "حمادُ بن ابی سلیمان کوفی ثقة" وکان من افقه اصحاب ابراهیم[5] حماد بن ابی سلیمان کوفی ثقہ ہیں اور آپ ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

۱۳۔ امام نسائی رح فرماتے ہیں: ثقة الا انه مرجئ[6] حماد ثقہ ہیں اِلّا یہ کہ مرجی ہیں۔

۱۴۔ ابن شُبرُمَہ رح فرماتے ہیں: "ما احدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ بعلمٍ من حماد"[7] مجھ پر کسی نے بھی حماد سے زیادہ علم کے متعلق احسان نہیں کیا،

---

[1] تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۷۵ [2] ایضا ص ۲۷۵ [3] ایضاً ص ۲۷۶ [4] ایضاً ص ۲۷۶ [5] ایضاً ص ۲۷۶ [6] ایضا ص ۲۷۷ [7] ایضاً ص ۲۷۷

مضامینِ علمیہ

قسط: ۱۱

تحفۂ اصلاحی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

○

امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنی تفسیر "تدبرِ القرآن" کے علاوہ اُصولِ تفسیر میں "مبادی تدبر قرآن" اور اُصولِ حدیث میں "مبادی تدبرِ حدیث" بھی لکھی ہیں۔ اصلاحی صاحب کے مبادی اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ ؏

ہُوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

اپنے سلسلہ مبادی میں اُنہوں نے جو گل افشانیاں کی ہیں وہ مدلّل ابطال اور احقاق حق کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہیں۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اصلاحِ احوال کا ذریعہ بنائے آمین

۱۔ امین احسن اصلاحی صاحب کا متواتر قراءتوں کا انکار کرنا

امین احسن اصلاحی صاحب اپنے مضمون "فہم قرآن کے چند بنیادی اصول" ماہنامہ تدبر فروری ۸۳ء میں لکھتے ہیں۔

"بعض لوگ قرآن کی قراءتوں کو بھی قرآن کی دلالت کے قطعی ہونے میں قادح سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک اس اختلاف قرأت کے مسئلہ پر بھی لوگوں نے صحیح نہج سے غور نہیں کیا اس وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ عام طور پر مشہور ہے کہ قرآن مجید کی سات قرأتیں ہیں یہ غلط فہمی غالبًا اس حدیث سے پیدا ہوئی جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انزل القران علی سبعۃ احرف (قرآن سات حرفوں پر اُتارا گیا) سات حرفوں کے معنیٰ اگر یہ لیے جائیں کہ قرآن کے تمام الفاظ

سات طریقوں سے پڑھے جا سکتے ہیں تو اس صورت میں قرآن ایک معمہ بن کر رہ جائے گا، لیکن جو لوگ قراءتوں کے اختلاف کو بڑی اہمیّت دیتے ہیں وہ بھی یہ دعوٰی نہیں کر سکتے کہ قرآن کے کسی لفظ کی قرأت سات طریقوں سے کی گئی ہے ابن جریرؒ قرآتوں کے اختلاف نقل کرنے میں بڑے فیاض واقع ہوئے ہیں، لیکن اُنھوں نے بھی کسی لفظ کی دو تین سے زیادہ قرأتیں شاید ہی نقل کی ہوں۔

سبعۃ احرف سے کیا مُراد ہے اس میں عُلمائے فن کا اختلاف ہے۔ اس کے متعلق چالیس سے زیادہ قول ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ متشابہات میں سے ہے۔ علاّمہ سیوطیؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے، اس قدر اختلاف کی موجودگی میں سبعۃ احرف سے سات قرأتیں مُراد لینا اور اس پر اصرار کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھیے کہ بعض علماءُ سات کے عدد کو متعین سات کے معنی میں نہیں بلکہ کثرت کے مفہوم میں لیتے ہیں۔ اس لیے کہ اُن کے نزدیک قرأتیں دراصل بیس ہیں۔ غور کرنے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ قرأتوں کا اختلاف دراصل قرأتوں کا اختلاف نہیں بلکہ اکثر و بیشتر تاویل کا اختلاف ہے۔ کسی صاحبِ تاویل نے ایک لفظ کی تاویل کسی دوسرے لفظ سے کی اور اس کو قرأت کا اختلاف سمجھ لیا گیا۔ حالانکہ وہ قرأتوں کا اختلاف نہیں بلکہ تاویل کا اختلاف ہے، مثلاً سورہ تحریم میں بعض لوگوں نے "فقد صغت" کو "فقد زاغت" بھی پڑھا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس نے بھی یہ پڑھا ہے اس نے یہ قرأت نہیں بتائی بلکہ اپنے نزدیک اس نے "فقد صغت" کی تاویل کی ہے لیکن لوگوں نے اس کو بھی قرأت سمجھ لیا۔

ہمارے نزدیک قرأتوں کے اختلاف کو خلیفہ راشد سیّدنا عثمان غنی رضؓ نے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا، اور اُنھوں نے یہ عظیم کارنامہ تمام صحابہ کے اتّفاقِ رائے سے انجام دیا، اس وجہ سے اس کو اجماع کی حیثیت حاصل ہے اس کے بعد اس کے باقی رہنے کے لیے کوئی جواز نہیں ہے۔

سیّدنا عثمان رضؓ کے دورِ خلافت میں جب یہ معلوم ہوا کہ مملکت کے بعض شہروں میں قرآن کے بعض الفاظ کی قرأت مختلف طریقوں سے ہوتی ہے تو آپؓ نے قرآن کے تمام اصحابِ علم صحابہ کرام کو جمع کر کے اُن کے سامنے تمام مختلف فیہ الفاظ کو رکھا، اور ایک ایک پر بحث کر کے اتّفاق رائے سے لوگوں کو اس قرأت پر جمع کر دیا جو قریش کی قرأت تھی، اس لیے کہ یہ بات نص قرآن سے ثابت ہے کہ قرآن قریش کی ٹکسالی زبان میں نازل ہُوا ہے۔ پھر اس قرأت کے مطابق قرآن کے نسخے لکھوا کر مختلف شہروں میں بھجوا دیے گئے کہ لوگ اس قرأت کی پیروی کریں۔ ہمارے ہاتھوں میں جو مصحف ہے وہ اسی قرأت پر ہے۔ اس قرأت کو قرأت حفص کہتے ہیں، متواتر قرأت صرف یہی ہے جس پر خلیفہ راشد کی قیادت میں اُمّت کا اجماع ہوا ہے۔ اس کے مقابل میں دوسری قرأتوں کی حیثیت شاذ قرأتوں کی ہے جس کی متواتر قرأت کے مقابل میں کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔" (ترتیب۔ عبداللہ غلام احمد)

○

اجماع اور تواتر کی حیثیّت تسلیم کرنے کے باوجود امین احسن اصلاحی صاحب کا روایت حفص کے علاوہ دیگر روایات اور قرأت کے تواتر کا انکار کرنا اجماع اور تواتر کے ثبوت پر شک کرنا ہے۔ حالانکہ علمائے اُمّت کا اس پر اجماع ہے کہ موجودہ دس قراءتیں تواتر سے ثابت ہیں۔

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ اپنی کتاب "النشر فی القراآت العشر" میں عبدالوہاب ابن السبکی الشافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

الحمد لله القراءات السبع التي اقتصر عليها الشاطبي والثلاث التي هي قرأة أبي جعفر وقرأة يعقوب وقرأة خلف متواترة معلومة من الدين بالضرورة وكل حرف انفرد به واحد من العشرة معلوم من الدين	الحمد للہ وہ سات قراات جن پر علامہ شاطبی نے اکتفا کیا اور وہ تین قراات جو ابوجعفر یعقوب اور خلف کی قراءتیں ہیں۔ متواتر ہیں اور دین کی بدیہیات میں سے ہیں اور ہر وہ حرف جس کے ساتھ ان دس میں سے کوئی قاری منفرد ہے اس کا بھی دین میں سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہے

بالضرورة انه منزل على رسول الله صلّى الله عليه وسلم لا يكابر في شئ من ذلك الا جاهل وليس تواتر شئ منها مقصورا على من قرأ بالروايات بل هي متواترة عند كل مسلم يقول اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله (ص۲۶ ج۱)

کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر نازل شدہ ہے اور سوائے جاہل کے کوئی اس کا انکار نہیں کرتا ان دس قراءات میں سے کسی شی کا بھی تواتر روایات کی قرآت کرنے پر مقصور نہیں ہے بلکہ یہ ہر مسلمان کے نزدیک متواتر ہے جو لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے۔

یہی قول علّامہ جلال الدّین سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں چند اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں نقل کیا ہے

۲۔ علّامہ ولی اللہ علی النوری الصفاقسی رحمہ اللہ غیث النفع فی القراءات السبع میں لکھتے ہیں۔

وهذه الاحرف السبعة داخلة في القراءات العشرة التي بلغتنا بالتواتر وغيرها مما اندرس

(حل بامش سراج القاری ص)

یہ سات حروف ان دس قرآتوں میں بھی شامل ہیں جو ہم تک تواتر سے پہنچی ہیں اور ان کے علاوہ ان قراءتوں میں بھی تھے جو مٹ چکی ہیں۔

۳۔ علّامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ رد المحتار میں لکھتے ہیں۔

القرآن الذي تجوز به الصلاة بالاتفاق هو المضبوط في مصاحف الائمة التي بعث بها عثمان رضي الله عنه الى الامصار وهو الذي اجمع عليه الائمة العشرة وهذا هو المتواتر جملة وتفصيلا فما فوق السبعة الى العشرة غير شاذ وانما الشاذ ما وراء العشرة وهو الصحيح

وہ قرآن جس کے ساتھ نماز بالاتفاق جائز ہے۔ ائمہ کے ان مصاحف میں محفوظ ہے جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہروں میں بھیجا تھا اور یہ وہی ہے جس پر دس ائمہ کا اجماع ہے اور وہ مجموعی اور تفصیلی طور پر متواتر ہے سات سے اُوپر دس تک شاذ قراءتیں نہیں ہیں بلکہ شاذ صرف وہ قراءات ہیں جو ان دس سے ماوراء ہیں اور یہی صحیح قول ہے۔

(ص۳۵۸ ج۱)

۴۔ شیخ الشافعیہ علّامہ ابن عبدالکافی السبکی شرح منہاج میں لکھتے ہیں۔

"قالوا یعنی اصحابنا الفقهاء تجوز القرأة فی الصلوٰة وغیرها بالقراءات السبع ولا تجوز بالشاذة ۔ وظاهر هذا الکلام یوهم ان غیر السبع المشهورة من الشواذ و قد نقل البغوی فی أوّل تفسیره الاتفاق علی القرأة بقراءة یعقوب و ابی جعفر مع السبع المشهورة قال وهذا القول هو الصواب واعلم ان الخارج عن السبع المشهورة علی قسمین ؛ منه ما یخالف رسم المصحف فهذا لا شك فی انه لا یجوز قرأته لا فی الصلوٰة ولا فی غیرها۔ ومنه مالا یخالف رسم المصحف ولم تشتهر القراءة به وانما ورد من طریق غریبة لا یعول علیها وهذا یظهر المنع من القرأة به ایضًا۔ ومنه ما اشتهر عند ائمة هذا الشان القرأة به قدیمًا وحدیثًا فهذا لا وجه للمنع منه ومن ذلك قرأة یعقوب وغیره ۔ قال والبغوی اولی من یعتمد علیه فی ذلك فانه مقرئ فقیه جامع للعلوم (النشر فی القراءات العشر ج۱ ص۴۴)

ہمارے اصحاب فقہاء نے کہا کہ نماز وغیرہ میں سات قرارات کے ساتھ قرأت جائز ہے اور شاذ کے ساتھ جائز نہیں ۔ اس کلام کے ظاہر سے یہ خیال ہوتا ہے کہ سات مشہور قرارات کے علاوہ باقی شاذ ہیں ۔ حالانکہ بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے شروع میں مشہور سات قرأتوں کے ساتھ یعقوب اور ابوجعفر کی قرأت کے ساتھ نماز میں قرأت کرنے پر اتّفاق نقل کیا ہے اور کہا کہ یہی قول صیحح ہے ، جان لو کہ مشہور سات قرأتوں کے علاوہ باقی قرارات کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک وہ جو مصحف کے رسم الخط کے مخالف ہے تو اس میں شک نہیں کہ نماز وغیرہ میں اس کے ساتھ قرأت صحیح نہیں دوسری وہ جو رسم مصحف کے مخالف نہیں ہے لیکن ان کے ساتھ قرأت مشہور نہیں ہوئی اور وہ غیر مشہور طریق سے وارد ہوئی ہیں جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ۔ اس کی قرأت سے بھی منع کرنا ظاہر ہے ۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے ساتھ قرأت اس فن کے ائمہ سے قدیم وجدید زمانے میں مشہور ہوئی ۔ ان سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور انہیں میں یعقوب وغیرہ کی قرارات ہیں ۔ کہا کہ اس بارے میں بغوی اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ ان کے قول پر اعتماد کیا جائے

کیونکہ وہ مقری اور فقیہ اور جامع العلوم ہیں۔

۵۔ عنایات رحمانی میں قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ماہر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو وجوہ اور قراءات شاطبیہ میں بیان کی گئی ہیں، وہ یقینی طور پر متواتر ہیں۔ اور عثمانی مصاحف کی رسم کے موافق اور صرفی اور نحوی قواعد کے مطابق ہیں اور مدار پہلی بات پر ہے۔ رہیں سبعہ کے بعد کی تین قراآتیں سو حنفیہ میں سے عام علماء اور شافعیہ میں سے جمہور فقہاء ان کو شاذ کہتے ہیں اور رافعی اور نووی سے بھی یہی منقول ہے۔ صرف جزری رح اور سبکی رح وغیرہ نے بغوی کی پیروی کرتے ہوئے اس کے خلاف کہا ہے اور دس کے بعد والی قراءتیں بالاتفاق شاذ ہیں جن کا پڑھنا حرام اور روایت جائز ہے۔ تعجب ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ جیسے علامۂ روزگار اور فاضل نے یہ رائے کیوں کر قائم کر لی جو صراحتاً حقیقت کے خلاف ہے۔ اوّل تو شافعی اور حنفی کی تفریق کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ بھی اجتہادی بحث ہے جس میں فقہاء رائے زنی کر سکیں۔ دوم ہزار سال کے بعد کا ایک عالم متقدمین کے خلاف کس شہادت کی بناء پر ایسا فیصلہ کر سکتا ہے۔ (ص۲۳، ج۱)

ان حوالجات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سات بلکہ دس قراآتیں متواتر ہیں، ان کو قبول کرنا واجب ہے اور ان کا انکار کرنا جائز نہیں۔ امین احسن اصلاحی صاحب کا بیک قلم روایت حفص کے علاوہ دیگر روایات و قراءات کو شاذ قرار دینا ان کی انفرادیت ہے اور ان کا دعوٰی بلا دلیل ہے۔ ان کے متواتر ہونے کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

"ولما قدم الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن عبد المومن الواسطی دمشق فی حدود سنة ثلاثین و سبعمائة و أقرأبها للعشرة بضمن کتابیه الکنز والکفایة وغیر ذلك بلغنا ان بعض مقرئ دمشق ممن کان لا یعرف سوی الشاطبیة والتیسیر حسده و قصد منعا من بعض

جب شیخ ابو محمد عبد اللہ بن عبد المومن واسطی ۷۳۰ھ میں دمشق میں آئے اور وہاں اپنی دو کتابوں کنز اور کفایہ کے ضمن میں دس قراءات سکھائیں تو ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ دمشق کے بعض مقرئین نے جو شاطبیہ اور تیسیر کے علاوہ نہیں جانتے تھے ان سے حسد کیا اور قاضی کے ذریعے ان کو روکنے کا ارادہ کیا۔ پس اس وقت کے علماء اور ائمہ نے اس بارے میں لکھا اور بلا اختلاف

القضاۃ فکتب علماء ذلک العصر فی ذلک وائمتہ ولم یختلفوا فی جواز ذلک واتفقوا علی ان قراءات ھؤلاء العشرۃ واحدۃ وانما اختلفوا فی اطلاق الشاذ علی ماعدا ھؤلاء العشرۃ وتوقف بعضھم"

(النشر فی القراءات العشر ص ۳۹ ج ۱)

سب اس بات پر متفق تھے کہ دس قراء کی قراءات ایک جیسی ہیں۔ ان کا اختلاف محض اس بات میں ہوا کہ ان دس کے علاوہ کو شاذ کہا جائے بعض ان کو شاذ کہتے تھے جب کہ دوسرے توقف کرتے تھے۔

(نوٹ) امین احسن اصلاحی صاحب کی فن قراءات سے ناواقفیت کی انتہاء دیکھیے کہ قرأت اور روایت کے درمیان فرق نہیں سمجھتے اس لیے قرأت حفص کہتے ہیں حالانکہ اختلاف کی نسبت اگر امام کی طرف ہو تو قرأت ہے اور راوی کی طرف ہو تو روایت ہے۔ عاصم رحمہ اللہ امام و قاری ہیں لہذا ان کی طرف اضافت و نسبت کر کے قراءت کہیں گے، شعبہ اور حفص امام عاصم کے دو راوی یعنی شاگرد ہیں۔ ان کی طرف جب نسبت ہو گی تو روایت کہلائے گی۔ لہذا روایت حفص یا روایت شعبہ کہیں گے۔

ممکن ہے کہ اس مقام پر کسی کو خیال ہو کہ بعض علماء کی رائے بعینہٖ یہ نہیں ہے۔ مثلاً

(۱) ابن حاجب رحمہ اللہ فرش یعنی جوہر لفظ میں تو تواتر کے قائل ہیں اُصول میں نہیں۔

قال ابن الحاجب فی مختصر الاصول لہ

القراءات السبع متواترۃ فیما لیس من قبیل الاداء کالمد والامالۃ و تخفیف الھمزۃ ونحوہ

قراءاتِ سبعہ ان امور میں متواتر ہیں جو ادائیگی کے قبیل سے نہیں ہیں مثلاً مد امالہ اور تخفیفِ ہمزہ وغیرہ

(۲) اور امام کبیر ابوشامہ رحمہ اللہ المرشد الوجیز میں فرماتے ہیں۔

فان القراءات المنسوبۃ الی کل قاری من السبعۃ وغیرھم منقسمۃ الی المجمع علیہ والشاذ غیران ھؤلاء السبعۃ لشھرتھم وکثرۃ الصحیح فی قراءتھم ترکن النفس الی مانقل منھم

وہ قراءات جو ان سات قراء اور دیگر قراء میں سے ہر قاری کی طرف منسوب ہیں۔ دو قسموں پر ہیں یعنی متفق علیہ اور شاذ البتہ ان سات کی شہرت اور ان کی قراءات میں صحیح کی کثرت کی بناء پر نفس اس بات کی طرف مائل ہوتا ہے کہ جو ان سے منقول ہے اس کا درجہ اس سے زیادہ

فوق ما نقل عن غیرھم وقد شاع	ہے جو ان کے غیر سے منقول ہے، متاخر
علی السنۃ جماعۃ من المقرئین	مقرئین اور ان کے مقلدین کی ایک جماعت کی زبانوں
المتاخرین وغیرھم من المقلدین ان	پر یہ بات ہے کہ قراءات سبعہ پوری کی پوری متواتر ہیں
القراءات السبع کلھا متواترۃ ای فی کل	یعنی ان ائمہ سبعہ سے روایت کردہ قراءت کی ہر ہر بات
فرد فرد ممن روی عن ھولاء الائمۃ	میں متواتر ہیں کہتے ہیں کہ اس بات کا یقین کرنا کہ یہ
السبعۃ۔ قالوا والقطع بانھا منزلۃ من	اللہ کی جانب سے نازل شدہ ہے واجب ہے،
عند اللہ تعالیٰ واجب قال: ونحن بھذا	ابو شامہ نے کہا کہ ہم بھی یہی مانتے ہیں، لیکن صرف
نقول لکن فیما اجتمعت علی نقلہ	اس میں جس پر ان سے نقل میں طرق مجتمع ہوں
عنھم الطرق واتفقت علیہ الفرق	اور بغیر نکیر کے سب اس پر متفق ہوں، ساتھ
من غیر نکیر لہ مع انہ شاع واشتھر	ساتھ وہ شائع اور مشہور بھی ہو۔ لہٰذا یہ کم سے کم
واستفاض فلا أقل من اشتراط ذلک	شرط ہے جب کہ بعض قراءتوں میں تواتر کا اتفاق
اذا لم یتفق التواتر فی بعضھا	نہیں ہُوا۔

لیکن یہ اقوال امین احسن اصلاحی صاحب کے لیے چنداں مفید نہیں کیونکہ۔

اوّل تو ابن حاجب اور ابو شامہ رحمہما اللہ خود قراءات سبعہ کے متواتر ہونے کے قائل ہیں۔

دوم جن اُمور میں یہ دونوں حضرات تواتر کا انکار کر رہے ہیں محقق جزری رحمہ اللہ نے منجد المقرئین میں ان کے اس انکار پر رَد کیا ہے اور تفصیل سے اس کا جواب[1] دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو غلط رنگ میں پیش کرنا

امین احسن اصلاحی صاحب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو بھی غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ اصل بات یُوں ہے کہ قراءات کا اختلاف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دَور سے ہے۔

عن عمر بن الخطاب قال سمعت	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے

---

[1] دیکھیے مناہل العرفان ج ۱ ص ۴۳۴ تا ۴۳۸

هشام بن حکیم بن حزام یقرأ سورة الفرقان علی غیر ما اقرأها و کان رسول الله صلّی الله علیه وسلّم اقرأنیها فکدت ان اعجل علیه ثم امهلته حتی انصرف ثم لببته بردائه فجئت به رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله انی سمعت هذا یقرأ سورةَ الفرقان علی غیر ما اقرأتنیها فقال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم ارسله اقرأ فقرأ القراءة التی سمعته یقرأ فقال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم هکذا انزلت ثم قال لی اقرأ فقرأت فقال هکذا انزلت ۔ ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقرؤ ما تیسر منه (متفق علیه)

ہشام بن حکیم بن حزام کو سورۂ فرقان اس سے مختلف طریقے پر پڑھتے ہوئے سُنا جس پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وہ مجھے پڑھائی تھی۔ میں قریب ہوا کہ ان پر جلدی کروں، لیکن میں نے ان کو مہلت دی یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ پھر میں نے ان کو اپنی چادر سے کھینچا۔ اور ان کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لے آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے ان کو سورۂ فرقان اس طریقے کے خلاف پڑھتے ہوئے سُنی جس پر آپ نے وہ مجھے پڑھائی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ان کو چھوڑ دو اور (ہشام سے فرمایا) پڑھو۔ انھوں نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ایسے ہی یہ سورت نازل ہوئی ہے، پھر مجھ سے فرمایا پڑھو پس میں پڑھا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے ہی نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن سات حروف پہ نازل ہوا ہے لہٰذا جو ممکن ہو پڑھو۔

۲- عن ابن مسعود رضی الله عنه قال سمعت رجلا قرأ و سمعت النبی صلّی الله علیه وسلّم یقرأ خلافها فجئت به النبیَ صلّی الله علیه وسلّم فاخبرته فعرفت فی وجهه الکراهیة فقال کِلاَ کما محسن فلا تختلفوا فان مَنْ کان قبلکم اختلفوا فهلکوا۔ (رواه البخاری)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن کرتے ہوئے سُنا اور میں نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس سے مختلف پڑھتے ہوئے سُنا تھا۔ میں اس کو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لے آیا اور آپ کو بات بتائی تو میں نے آپ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار پائے۔ آپ نے فرمایا تم دونوں ہی صحیح ہو پس اختلاف مت کرو۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا اور ہلاک ہوئے۔

۳- عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرأ قرأۃً انکرتها علیه ثم دخل آخر فقرأ قرأۃً سوی قراءۃِ صاحبِه فلما قضینا الصلوٰۃ دخلنا جمیعا علی رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم فقلت ان هذا قرأ قرأۃً انکرتها علیه ودخل آخر فقرأ سوی قراۃِ صاحبِه فامرهما النبی صلّی اللہ علیه وسلّم فقرأ فحسن النبی شانهما فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاهلیة فلما رای رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم ما قد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکانما انظر الی اللہ فرقا فقال لی یا اُبَیّ ارسل الیّ ان اقرأ القرآن علی حرف فرددت الیه ان هون علی اُمّتی فرد الی الثانیة اقرأه علی حرفین فرددت الیه ان هون علی اُمتی فرد الیّ الثالثة اقرأه علی سبعة احرف (مسلم)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا اُس نے ایک ایسی قرأت کی جو مجھے اجنبی معلوم ہُوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قرأت کے سوا ایک اور قرأت پڑھی۔ پس جب ہم نے نماز ختم کرلی تو ہم سب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پہنچے۔ مَیں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایک ایسی قرأت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہُوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا، اس نے پہلے شخص کی قرأت کے سوا ایک دوسری قرأت پڑھی۔ اس پر آپ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، ان دونوں نے قرأت کی تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آتے تھے۔ پس جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہوگیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسے محسوس ہُوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابی مجھے وحی کی گئی کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمّت پہ آسانی فرمائیے تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن کو دو حرفوں پر پڑھوں۔ میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمّت پر آسانی فرمائیے تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حرفوں پر پڑھوں۔

ان روایات سے یہ بات خُوب واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اختلاف محض تاویل کا اختلاف نہیں تھا بلکہ خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کو کچھ مختلف طریقوں پر پڑھایا تھا اور جو بات خود نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہو بلکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بار بار کی درخواست پر حاصل ہوئی ہو اور صحابہ اس طور پر پڑھتے پڑھاتے رہے ہوں کیونکر ممکن ہے کہ تمام صحابہ اس کو ختم کرنے پر متفق ہو گئے ہوں؟

بات[1] درحقیقت یُوں تھی کہ اگرچہ قرآن کریم بے شمار صحابہ کو پُورا یاد تھا، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک قرآن کریم کا معیاری نسخہ صرف ایک تھا جو حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے مرتب فرمایا تھا۔ یہ نسخہ بھی مصحف کی شکل میں نہیں تھا بلکہ ایک ایک سُورت علیحدہ علیحدہ صحیفوں میں لکھی ہوئی تھی، لیکن بعض صحابہؓ نے انفرادی طور پر اپنے اپنے مصاحف الگ الگ تیّار کر رکھے تھے۔ ان میں نہ رسم الخط متحد تھا نہ سورتوں کی ترتیب یکساں تھی اور نہ ساتوں حروف جمع تھے بلکہ ہر شخص نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جس حرف کے مطابق قرآن سیکھا تھا اسی کو اپنے طور پر لکھ لیا تھا۔ اس لیے کسی مصحف میں کوئی آیت کسی حرف کے مطابق لکھی ہوئی تھی اور دوسرے مصحف میں کسی اور حرف کے مطابق۔ جب تک عہد رسالت قریب تھا اور مسلمانوں کا تعلّق مرکزِ اسلام یعنی مدینہ طیّبہ سے مضبوط اور مستحکم تھا مصاحف کے اس اختلاف سے کوئی قابلِ ذکر خرابی اس لیے پیدا نہ ہو سکی کہ قرآن کریم کی حفاظت میں اصل مدار مصاحف کے بجائے حافظہ پر تھا اور صحابہ رضؓ کی اکثریّت اس بات سے باخبر تھی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے لیکن جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا اور نئے نئے لوگ مسلمان ہوئے تو انھوں نے صرف ایک ایک طریقے سے قرآن سیکھا اور یہ بات ان میں عام نہ ہو سکی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، اس لیے ان میں اختلاف پیش آنے لگا بعض لوگ اپنی قرأت کو حق اور دوسروں کی قرأت کو باطل سمجھنے لگے۔ ادھر چونکہ انفرادی طور پر تیّار کیے ہوئے مصاحف بھی حرف اور رسم الخط کے اعتبار سے مختلف تھے اور ان میں حروف سبعہ یکجا کرنے کا اہتمام نہیں تھا، اس لیے کوئی ایسا معیاری نسخہ ان کے پاس موجود نہیں تھا جس کی طرف رجوع کر کے اختلاف رفع کیا جا سکے۔

---

[1] یہاں سے آخر تک ہم نے حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی علوم القرآن کی بہت سی عبارتوں سے استفادہ کیا ہے۔ منہ۔

دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد

مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

سوال: ردالمحتار میں ایک مسئلہ یُوں ذکر ہے۔

وفی الصغری سئل محمد عمن له ارض یزرعها اوحانوت یستغلها أو دار غلتها ثلاثه آلاف ولا تکفی لنفقته و نفقة عیاله سنة یحل له اخذ الزکاة وان کانت قیمتها تبلغ الوفا وعلیه الفتوی وعند هما لا یحل۔

(صغرٰی میں ہے امام محمد رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کے پاس زمین ہے جس میں وہ کاشت کرتا ہے یا دکان یا مکان ہے جس کو اس نے کرائے پر دے رکھا ہے۔ اس سے سالانہ آمدنی ستر ہزار روپے ہے، لیکن یہ آمدنی اس شخص کے اور اس کے عیال کے ایک سال کے خرچ کے لیے کافی نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اس شخص کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اگرچہ جائیداد کی اپنی قیمت بہت زیادہ ہو اور اسی قول پر فتوٰی ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے شخص کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔)

سوال یہ ہے کہ کیا اس حوالے کے پیشِ نظر ایسا خیال کرنا صحیح ہے کہ جس شخص کے پاس مثلاً شروع سال میں ستر ہزار روپے ہوں لیکن یہ رقم اس شخص کے اور اس کے عیال کے سال بھر کے خرچ کے لیے کافی نہیں ہے تو وہ اس رقم کے ہوتے ہوئے زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اس پر قربانی بھی واجب نہیں ہے؟

الجواب باسم ملھم الصواب حامداً ومصلیاً

ایسا خیال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ سوال میں مذکورہ حوالہ اس صورت پر محمول ہے جب مالکِ جائیداد کے پاس بقدر نصاب دراہم (یعنی دو سو دراہم جو کہ ساڑھے باون تولے چاندی کے مساوی ہیں) موجود نہ ہوں بلکہ اس کے پاس ایک وقت میں نصاب سے کم رقم آتی ہو یا شروع سال میں کل رقم ملی ہو اور وہ خرچ ہوتے ہوتے نصاب سے کم رہ گئی ہو۔ اور اگر کسی وقت بقدر نصاب دراہم یعنی نقدی موجود ہوں تو وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

① مستحق زکوٰۃ کو اتنی رقم دینا مکروہ ہے جس سے وہ صاحب نصاب بن جائے اگرچہ اس سے سال بھر کا نفقہ پورا نہ ہوتا ہو۔

(الف) کرہ دفع نصاب او اکثر الی فقیر غیر مدیون فان کان علیہ دین یجوز ان یعطیہ قدر ما یقضی دینہ وزیادۃ دون مأتین

(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ص ۲۲۵ ج ۱)

(نصاب یا نصاب سے زیادہ زکوٰۃ ایک غیر مقروض فقیر کو دینا مکروہ ہے اور اگر وہ مقروض ہو تو اس کو قرض کے بقدر اور دو سو درہم سے کچھ کم زکوٰۃ دینا جائز ہے)

(ب) وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا۔

(درمختار)

(فقیر کو نصاب یا اس سے زائد زکوٰۃ دینا مکروہ ہے الا یہ کہ فقیر مقروض ہو۔)

(ج) وعن ابی یوسف لا باس باعطاء قدر النصاب وکرہ الاکثر لان جزأ من النصاب مستحق لحاجتہ للحال والباقی دونہ معراج - وبہ ظہر وجہ ما فی الظہیریۃ وغیرھا عن ہشام قال سألت ابا یوسف عن رجل لہ مائۃ وتسعۃ وتسعون درھما فتصدق علیہ بدرھمین قال یاخذ واحدا ویرد واحدا ــــ وبہ ظہر ایضا ان دفع ما یکمل النصاب کدفع النصاب - قال فی النہر والظاہر انہ لا فرق بین کون النصاب نامیا أو لا حتی لو اعطاہ عروضا تبلغ نصابا فکذلک ولا بین

کونه من النقود او من الحيرانات حتى لواعطاه خمسا من الابل لم تبلغ قيمتها نصابا كره لمامر

(امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نصاب کے بقدر زکوٰۃ دینا جائز ہے البتہ اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاب کا ایک حصّہ تو فوری حاجت کے لیے ہے اور بقیہ نصاب سے کم رہ گیا۔ اسی سے ظہیریہ وغیرہ میں مذکور اس مسئلہ کی بھی وجہ ظاہر ہوئی کہ ہشام کہتے ہیں میں نے ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص کے پاس ایک سو ننانوے درہم ہیں۔ اس پر دو درہم صدقہ کیے گئے تو کیا یہ جائز ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ ایک درہم لے لے اور ایک درہم واپس کر دے ـــــ اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ وہ رقم دینا جس سے نصاب مکمّل ہو جائے۔ نصاب کے بقدر دینے کی مانند ہے۔ نہر میں کہا ظاہر یہ ہے کہ نصاب کے نامی یا غیر نامی ہونے کے مابین کچھ فرق نہیں۔ ہے حتّٰی کہ اگر فقیر کو نصاب کی قیمت کے بقدر سامان دیا تب بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح نصاب نقدی کا ہو یا حیوانات کا ہو اس میں بھی کچھ فرق نہیں ہے، حتّٰی کہ اگر فقیر کو پانچ اُونٹ دیے جن کی قیمت دو سو درہم سے کم ہے تب بھی مکروہ ہے۔)

تنبیہ: مذکورہ بالا عبارتوں میں فقہاء نے ایسی کوئی قید ذکر نہیں کی ہے جس سے معلوم ہو کہ فقیر کو نصاب کے بقدر دینے کی کراہیت اس وقت ہے جب فقیر کے سال بھر کا خرچہ علیحدہ کرنے کے بعد اس کا شمار کیا جائے۔

(۲) عبارات فقہیہ میں نقدی کو حاجات اصلیہ سے خارج شمار کیا گیا ہے۔

ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلية من اى مال كان

(زکوٰۃ غنی کو بھی دینا جائز نہیں ہے جو حاجت اصلیہ سے زائد کسی بھی مال کے نصاب کا مالک ہو۔)

اور حاجات اصلیہ کو ذیل میں شمار کیا گیا۔

(قوله فارغ عن حاجته) قال في البدائع قدر الحاجة هوما ذكره الكرخي في

مختصرہٖ فقال لا باس ان یعطی من الزکوٰۃ من لہ مسکن ومایتأثث بہ فی منزلہ وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم ان کان من اھلہ فان کان لہ فضل عن ذلک تبلغ قیمتہ مائتی درھم حرم علیہ اخذ الصدقۃ

(امام کرخی رحمہ اللہ نے اپنی مختصر میں حاجت کو ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایسے شخص کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کے پاس رہائشی مکان ہو اور گھر کا ضروری سامان ہو، اور غلام ہو اور سواری ہو اور ہتھیار ہوں اور پہننے کے کپڑے ہوں اور اگر اہلِ علم ہے تو کُتب علم ہوں، البتہ اگر اس کے پاس اس سے زائد دو سو درہم کی قیمت کا سامان ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا حرام ہے)

اسی طرح سال بھر کی ضرورت کے اناج کو بھی حاجت اصلیہ میں سے شمار کیا گیا ہے۔

ولو عندہ طعام للقوت یساوی مائتی درھم فان کان کفایۃ شھر یحل اوکفایۃ سنۃ قیل لا تحل وقیل یحل لانہ مستحق الصرف الی الکفایۃ فیلحق بالعدم وقد ادخر علیہ الصلاۃ والسلام نسائہ قوت سنۃ۔　　(رد المحتار ص۷۱ ج۲)

(اگر آدمی کے پاس دو سو درہم کی مالیت کا ضرورت کا اناج ہو تو اگر وہ ایک مہینے کی ضرورت کے برابر ہو تو اس شخص کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اور اگر ایک سال کی ضرورت کے برابر ہو تو ایک قول ہے کہ زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ وہ تو ضرورت میں خرچ ہونے والا ہے لہٰذا اس کو کالعدم سمجھا جائے گا۔ علاوہ ازیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی ازواج کو سال بھر کی ضرورت کا اناج دیا۔)

دیکھیے حاجات اصلیہ شمار کی گئی ہیں لیکن ان میں دراہم اور نقدی کو ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ سال بھر کی ضرورت کے اناج کو حاجت اصلیہ میں سے شمار کیا گیا ہے، لیکن سال بھر کا نفقہ تو کجا دراہم و نقدی کو سرے سے حاجت اصلیہ میں شمار ہی نہیں کیا گیا۔

لہٰذا خواہ اور حاجات پوری موجود ہوں یا نہ ہوں دراہم اور دنانیر اور نقدی اگر بقدر نصاب ہو گی تو وہ اس شخص کی حاجت اصلیہ سے بے نیازی اور اس کے غنا پر دلیل ہو گی اور ایسے شخص کو زکوٰۃ لینا حرام ہوگا اور قربانی کے ایام میں ہو گی تو قربانی بھی واجب ہو گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

مسبب الاسباب اللہ کی ذات ہے

شیخ سعدیؒ (م ۶۹۱ھ) فرماتے ہیں

"ایک بادشاہ کو ایسی خوفناک بیماری تھی کہ اُس کا دوبارہ ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ یونان کے حکیموں کی ایک جماعت اس پر متفق ہوگئی کہ اس تکلیف کی کوئی دوا نہیں ہے سوائے اس شخص کے پتّے کے جو ان صفتوں سے متصف ہو۔ بادشاہ نے تلاش کرنے کا حکم دے دیا، ایک دہقان کے لڑکے کو اس صورت پر پایا جو حکیموں نے بتلائی تھی۔ اس کے ماں باپ کو بُلایا اور بہت سا مال دے کر راضی کر لیا۔ قاضی صاحب نے بھی اس بارے میں فتوٰی دے دیا کہ بادشاہ کی جان بچانے کے لیے رعیّت میں سے ایک شخص کا خُون بہانا جائز ہے۔ جلّاد نے قتل کا ارادہ کیا، لڑکے نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور مسکرایا، بادشاہ نے دریافت کیا کہ اس حالت میں ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ بچّوں کا ناز ماں باپ پر ہوتا ہے۔ دعوٰی قاضی کے پاس لے جاتے ہیں، انصاف بادشاہ سے چاہتے ہیں، اب ماں باپ نے دُنیا کی قلیل دولت کے باعث مجھ کو خُون کے لیے سونپ دیا (یعنی میرے قتل پر راضی ہوگئے) قاضی نے میرے قتل کے جواز کا فتوٰی دے دیا، اور بادشاہ اپنی بھلائی میری ہلاکت میں دیکھتا ہے، ایسی صورت میں سوائے بزرگ و برتر کے میں کوئی پناہ نہیں دیکھتا، بادشاہ کا

دل اس بات سے بھر آیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے ، بادشاہ نے کہا کہ میرا ہلاک ہو جانا ایسے بے گناہ بچّے کا خُون بہانے سے زیادہ بہتر ہے ، بادشاہ نے اس کی آنکھوں اور سَر کو چُوما سینے سے لگایا اور اُسے رہا کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ بے اندازہ مال بھی اسے دیا ، کہتے ہیں کہ اُسی ہفتے میں خدا کے فضل و کرم سے بادشاہ نے صحت پائی۔[1]

اس حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر نظر رکھنی چاہیے کہ مسبب الاسباب وُہی ہے ، اسی طرح یہ سبق بھی ملتا ہے کہ کسی بڑے آدمی کو اپنے فائدے کی خاطر کسی چھوٹے آدمی کو نہیں ستانا چاہیے بلکہ چھوٹوں پر رحم کھانا چاہیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور اپنے فضل سے نوازتے ہیں

تقوے کی برکت

حضرت علی رُوذ باری رحمہ اللہ (م ۳۲۲ھ) کی ہمشیرہ فاطمہ رح فرماتی ہیں

"بغداد میں دس نوجوان تھے جن کے ساتھ دس نوعمر لڑکے تھے ، ان نوجوانوں نے ایک نوعمر لڑکے کو کسی کام کے لیے بھیجا ، اس نے کافی دیر لگادی۔ اِن کو اس لڑکے پر بڑا غُصّہ آیا ، اچانک وہ لڑکا ایک خربوزہ ہاتھ میں لیے ہنستا ہُوا آ گیا۔ اِن نوجوانوں نے اس سے کہا کہ ایک تو تُو نے دیر لگائی اُوپر سے ہنستا ہُوا آ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں تمہارے پاس ایک انتہائی عجیب چیز لایا ہوں ، دیکھو اس خربوزہ پر حضرت بشر حافی رح نے ہاتھ رکھا تھا میں یہ بیس درہم میں خرید کر لایا ہوں ، ان نوجوانوں میں سے ہر ایک نے اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا ، اُن میں سے ایک نوجوان بولا کہ آخر حضرت بشر حافی رح اس مرتبہ پر کیوں کر پہنچے ؟ سب نے کہا کہ تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے ، وہ بولا کہ اچھا پھر گواہ رہو کہ مَیں اللہ کے حضور میں توبہ

[1] گلستان فارسی ص ۴۸

کرتا ہوں۔ باقی سب نے بھی یہی کہا اور اللہ کے حضور میں توبہ کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سب یہاں سے طرطوس چلے گئے اور مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔"[۱]

ں کی حفاظت

علامہ ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"سئل بعضهم كم وجدت في ابن آدم من العيوب فقال هي اكثر من ان تحصى ، والذى احصيت ثمانية آلاف عيبٍ ، ووجدت خصلة ان استعملها سترت العيوب كلها وهي حفظ اللسان"[۲]

بعض علماء سے سوال ہوا کہ آپ نے انسان میں کتنے عیب پائے ہیں؟ فرمایا شمار سے بڑھ کر، آٹھ ہزار عیب تو میں شمار کر چکا ہوں، البتہ ایک خصلت میں نے ایسی پائی ہے کہ انسان اگر اسے استعمال میں لائے تو وہ تمام عیوب کو چھپا لیتی ہے، وہ ہے زبان کی حفاظت

ت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مناجات

حضرت شیخ سعدیؒ تحریر فرماتے ہیں

"عبدالقادر گیلانی را دیدند رحمۃ اللہ علیہ در حرمِ کعبہ روئے بر حَصا نہادہ بود و می گفت: اے خداوند بنخشائے و اگر مستوجبِ عقوبتم مرا روزِ قیامت نابینا بر انگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نہ باشم۔"[۳]

ترجمہ: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے دیکھا کہ حرم کعبہ میں

دن مجھ کو اندھا کر کے اُٹھانا تاکہ تیرے نیک بندوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوؤں"۔

چغل خوری

شیخ احمد شہاب الدّین قلیوبی شافعی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

"مروی ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام بنی اسرائیل میں طلبِ باراں کے لیے تین مرتبہ نکلے، لیکن بارش نہیں ہوئی۔ حضرت موسٰی علیہ السّلام نے عرض کیا کہ: مولٰی تیرے بندوں نے تین مرتبہ بارانِ رحمت طلب کی، لیکن تُو نے پانی نہ برسایا؟ اللہ تعالٰی نے موسی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسٰی ان میں ایک چغل خور ہے جو چغل خوری پر جما ہوا ہے۔ حضرت موسٰی علیہ السّلام نے عرض کیا کہ پروردگار وہ کون ہے ہمیں بتلا دیا جائے، تاکہ ہم اُسے اپنے درمیان سے نکال دیں، اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السّلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسٰی میں چغلی سے منع کرتا ہوں اور میں ہی چغل خور بنوں؟ چنانچہ سب نے توبہ کی، اللہ تعالٰی نے اُن پہ بارانِ رحمت نازل فرمائی"۔[۱]

❀ ❀ ❀

بقیہ : درسِ حدیث

عقل سے معلوم نہیں ہو سکتیں۔ عقل وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی وہ تو بالکل غیب کی چیزیں ہیں تو اُن کو بتلانے کے لیے اللہ تعالٰی نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھیجا اور آپ نے ہمیں یہ تعلیم دی اب جو رمضان کے دن گزر گئے ہیں عبادت میں وہ شکر کرنا چاہیے جو اس نے اتنی توفیق دی اور جو غفلت میں گزر گئے ہیں۔ اُن کے بارے میں استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لیے اس سے توفیق مانگنی چاہیے کہ وہ ہمیں اپنی یاد کی توفیق عطا فرماتے، ہمیں ایمان کامل عطا فرماتے، معرفت نصیب فرماتے، دوامِ حضور، دوامِ ثبوت اور دوامِ مشاہدہ نصیب فرمائے اور آخرت میں ہمیں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ محشور فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

---

[۱] کتاب القلیوبی ص۲۰۱

علماء، خطباء اور طلباء کے لیے

خوشخبری

امام الاولیاء مفسرِ قرآن حضرت

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کی تقاریر کا مجموعہ

خطباتِ حضرت لاہوری رح

ترتیب و تہذیب: محمد عباس شاد

چھپ کر مارکیٹ میں آچکا ہے

ایک جامع شریعت و طریقت عالم کے 50 سالہ مطالعہ کا نچوڑ

قرآن وحدیث سے مدلل
تقریری جواہر پارے

قصہ گو واعظوں اور خطیبوں سے بلند تر اندازِ خطابت

• احکام و مسائل • سیرت و کردار • سیر و تاریخ • علم و حکمت • اخلاق و معاشرت • ردِ فرقِ باطلہ
• غلبۂ دین • جدوجہد آزادی • فکرِ آخرت • ہزاروں عنوانات • تقریباً سوا دو سو خطبات
• پانچ جلدیں • تقریباً 2700 صفحات • خوبصورت ٹائٹل • کمپیوٹرائزڈ کتابت • آفسٹ پیپر

قیمت: 770 روپے

ملک کے ہر بڑے بک سنٹر سے
یا براہِ راست ہم سے طلب کیجیے

مکی دار الکتب

5 یوسف مارکیٹ — غزنی سٹریٹ ۔ اردو بازار لاہور

اقوالِ زرّیں

① اگر تُو لوگوں کے پردوں کی ٹوہ لگائے گا تو اُن میں فساد پیدا کر دے گا۔ الحدیث

② اللہ تعالیٰ ظالم کو مُہلت دیتا ہے مگر جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ ״

③ جو موت کو یاد رکھے اور اس کی اچھی طرح تیاّری کرے تو وہ سب سے زیادہ عقلمند ہے۔ ״

④ قیامت کے دن تین شفیع ہوں گے ① انبیاء ② علماء ③ شہداء۔ ״

⑤ سلام کو رواج دو، کھانا کھلاؤ، اور کافروں سے جنگ کرو جنّت کے وارث بنو گے۔ ״

⑥ ٹھوکر کے بغیر کوئی بُردبار نہیں بنتا تجربے کے بغیر کوئی دانا نہیں ہوتا۔ ״

⑦ ایک وقت آئے گا کہ دین پر صبر کرنا (اس پر جمے رہنا) ایسے ہو گا جیسے ہاتھ میں چنگاری پکڑنا۔ ״

⑧ دِل کے راز ظاہر کرنیوالا جاہل اور اُسے آخر تک چھپانیوالا دانشمند ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام

⑨ بیوقوف کے ہاتھوں پیغام بھجوانا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔ ״

⑩ تمام بُری خصلتوں میں دو سب سے بُری ہیں ① انتہائی کنجوسی ② انتہائی بُزدلی الحدیث

⑪ موت کو ہمیشہ یاد رکھو، لیکن موت کی آرزُو نہ کرو۔ حضرت علیؓ

⑫ انسان زبان کے پَردے میں چھُپا ہے۔ ״

○